گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

جامعہ ازہر شریف
میں
امام احمد رضا کا تعارف

ترتیب

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری

گونج گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

جامعہ ازہر شریف میں امام احمد رضا کا تعارف

(مجموعہ مقالات)

ترتیب

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلہ کتب 219

نام کتاب: .... جامعہ ازہر میں امام احمد رضا
کا تعارف (مجموعہ مقالات)
تحریر: .... ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
صفحات 80
ناشر: .... رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور
ہدیہ: .... دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی
مطبع: .... احمد سجاد آرٹ پریس، لاہور فون 7357159

نوٹ

بیرون جات کے حضرات بیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر
طلب فرمائیں

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)
محبوب روڈ۔ رضا چوک۔ مسجد رضا۔ چاہ میراں فون: 7650440
لاہور نمبر ۳۹

فہرست

مکتوب قاهره

یہ جامعہ ازہر ہے

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال، استاد زائر شعبہ اردو
کلیہ لغات و ترجمہ، جامعہ ازہر قاہرہ، مصر

دنیا کی قدیم ترین تہذیب اور تمدن کا کھوج لگانے نکلیں تو نظریں خود بخود اہرام مصر پر آٹکتی ہیں جو گزشتہ پانچ ہزار سال کی انسانی تاریخ دہرا رہے ہیں، جنہیں دیکھ کر وقت بھی خوف زدہ سا لگتا ہے انہی اہرام کے پہلو میں دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی، جامعہ ازہر بھی موجود ہے جو لگ بھگ ایک ہزار سال سے حکمت و دانش کے چراغ روشن کیے ہوئے ہے۔ جامعہ ازہر کو نہ صرف علوم اسلامی کی تدریس میں دنیا بھر میں فضیلت حاصل ہے، بلکہ اس کی مختلف فیکلٹیز میں جدید ترین علوم کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔ طب، ہندسہ، قانون، زبانوں اور سوشل سائنسز پر مبنی علوم کی علیحدہ علیحدہ فیکلٹیز یہاں قائم ہیں جامعہ ازہر کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ سو سے زائد ملکوں کے طالب علم یہاں تحصیل علم میں مصروف ہیں۔

جامعہ ازہر اپنے منفرد نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کے سبب آج بھی اپنا گزشتہ مقام و معیار برقرار رکھے ہوئے ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ اس کی ایک ہزار سال کی علمی فتوحات کو مدون کیا گیا ہے اور اس طویل عرصہ پر محیط تحقیقات کو محفوظ رکھا جا سکا ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ اس کے کارپرداز اس کے نام، معیار اور حریت فکر کو بلند رکھنے کے لیے کس حد تک متردد اور کوشاں ہیں؟ ان سب امور کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا جاتا ہے، تاہم اس یونیورسٹی کی ایک درخشندہ روایت اس کا امتحانی نظام ہے جس میں روایتی ''رو رعایت'' کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ نتائج کا مقررہ اوقات میں اعلان و تدریسی شیڈول کی باقاعدگی کا پرامن رویہ ایسے مثبت پہلو ہیں جن کی تعریف کے بغیر چارہ نہیں، تاہم غیر ملکی طالب علموں کو ایک بڑی مشکل کا سامنا ہے اور وہ یہ کہ جامعہ ازہر ہر ملک کی ڈگری کو اپنے پیمانے سے پرکھتی ہے اور طالب علم کو مختلف مراحل سے گزارنے کے بعد

اس کے معیار اور اہلیت کا تعین خود کرتی ہے اس عمل میں عموماً سال سے بھی زیادہ وقت لگتا ہے اس کے بعد داخلے کی نوبت آتی ہے دنیا کی جن یونیورسٹیوں سے جامعہ ازہر کا معادلے (Equalence) کے لئے معاہدہ ہے ان کے طالب علموں کو بھی ازہر کے پیمانے پر پورا اترنا ضروری ہے، بصورت دیگر بعض اوقات ایک ایم اے پاس طالب علم کو کالج کی ابتدائی جماعتوں میں داخلہ لینا پڑتا ہے اور یہاں سے ایم اے کی سند حاصل کرنے کے لئے بعض اوقات آٹھ آٹھ دس دس سال تک انتظار کرنا پڑتا ہے، چنانچہ ازہر میں عمر رسیدہ طالب علموں کی بھی ایک کثیر تعداد دکھائی دیتی ہے۔ یہ مشکل صورت حال ان ملکوں کے طالب علموں کو بطور خاص درپیش ہے جن کے نصاب تعلیم میں لکیر کو پیٹنے کی روایت برقرار رکھی گئی ہے اور گزشتہ پوری صدی میں نصاب کو چند کتابوں تک محدود کر دیا گیا تھا، ایسے ملکوں کو اب لازماً نئی صدی کی دستک سن لینی چاہیے۔

ان مسائل پر پاکستان میں بھی اعلیٰ اختیاراتی سطح پر غور کرنے اور پاکستان کی جامعات میں علوم اسلامی کے شعبوں کے نصاب کو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹیوں اور بطور خاص جامعہ ازہر کے نصاب سے ہم آہنگ کر کے جامعہ ازہر سے پاکستانی جامعات کے معادلے کے معاہدوں کی تجدید کی ضرورت ہے، تاکہ پاکستانی طالب علموں کے قیمتی سالوں کے ضیاع کا سدباب ہو سکے اور ان کا مستقبل بے یقینی کی دلدل سے چھٹکارا حاصل کر سکے، ان سطور میں جن مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے ان سے سب سے زیادہ پاکستانی طالب علم متاثر ہو رہے ہیں جو پاکستان کے مختلف شہروں سے یہاں حصول علم کی خاطر وارد ہوئے، مگر یہ سب طالب علم معادلے کا معاہدہ نہ ہونے کے سبب ابھی تک ابتدائی جماعتوں میں بھی داخلہ حاصل نہیں کر سکے، کالج کی سطح کا چار سالہ اور ایم اے کی سطح کا تین سالہ مرحلہ اس کے بعد آتا ہے، ان میں سے کوئی طالب علم بھی یہاں آنے سے پہلے جامعہ ازہر کے ضابطوں سے آشنا نہیں تھا، نتیجۃً بیشتر طالب علم واپس جا چکے ہیں اور جو باقی بچے ہیں وہ بھی وطن واپسی کے لئے پر تول رہے ہیں، ایسی صورت حال میں حکومتی سطح پر غور و فکر کے لئے کچھ باتیں فوری توجہ چاہتی ہیں۔

۱۔ پاکستانی جامعات اور جامعہ ازہر کے مابین معادلے کا معاہدہ۔

۲۔ پاکستانی طالب علموں کو مصر روانہ ہونے سے پہلے مکمل بریفنگ کا بندوبست۔

۳۔ پاکستانی جامعات، جامعہ ازہر اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم میں ہم آہنگی کے لئے عملی کوششوں کی ضرورت۔

۴۔ جامعہ ازہر میں زیر تعلیم پاکستانی طالب علموں کے تعلیمی وظائف میں معقول اضافہ، یاد رہے کہ کچھ طالب علموں کو پچاس ڈالر ماہانہ وظیفہ ملتا ہے، جبکہ مصر کی مہنگائی کے مقابلے میں یہ رقم بہت معمولی ہے طالب علموں کی اکثریت اس معمولی وظیفے سے بھی محروم ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت تمام طالب علموں کو بلا تخصیص ماہانہ وظیفہ مقرر کرے، کیوں کہ یہی طالب علم کل ایک معتدل روشن خیال معاشرے کی بنیاد ڈالیں گے۔

مذکورہ بالا معروضات صورت احوال واقعی کے طور پر پیش کی گئی ہیں لہذا اس طویل جملہ معترضہ سے گریز کرتے ہوئے جامعہ ازہر کے شب و روز میں سے ایک خاص دن کی روداد پیش کرنا چاہتا ہوں، جس دن ایک پاکستانی طالب علم **ممتاز احمد سدیدی** نے اپنے مقالے بہ عنوان ''**الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی شاعراً عربیا**'' پر جامعہ ازہر سے ایم فل کی سند بہ درجہ ممتاز حاصل کی۔

جامعہ ازہر کا ایک امتیاز خاص یہ ہے کہ یہاں کسی بھی درجے کے امتحان کے لئے پیش کئے گئے مقالے کا زبانی امتحان طالب علم کے لئے ایک طویل صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے جس سے اسے بقائمی ہوش و حواس گزرنا پڑتا ہے، یہ امتحان طویل دورانیے پر مبنی ایک عام جلسے کی صورت ہوتا ہے جس کا باقاعدہ اعلان اشتہارات کے ذریعے کیا جاتا ہے، اس میں اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ موضوع میں دلچسپی رکھنے والے ہر شعبۂ زندگی کے لوگ شریک ہوتے ہیں اسی سلسلے میں باقاعدہ دعوتی کارڈ بھی تقسیم کئے جاتے ہیں، کاروائی کے ابتدائی مرحلے میں مقالے کا نگران ابتدائی کلمات ادا کرتا ہے اور بطور خاص موضوع کی اہمیت اور مقالہ نگار کے ذوق جستجو کا تذکرہ کرتا ہے،

اس کے بعد مقالہ نگار اپنے موضوع کا تعارف اور مقالے کے مندرجات کا خلاصہ پیش کرتا ہے تیسرے مرحلے میں ممتحنین کو مقالے کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کرنے اور مقالے کے محاسن اور معایب کو زیر بحث لانے سوال اٹھانے اور مقالہ نگار سے جواب طلب کرنے کا موقع دیا جاتا ہے، یہ مرحلہ مقالہ نگار کیلئے خاصا بھاری ہوتا ہے اس کے مقابل دو ایسی شخصیات ہوتی ہیں جن کی علمی حیثیت مستند سمجھی جاتی ہے، یہی وہ مرحلہ ہے جب مقالہ نگار کی تحقیقی لغزشیں ایک ایک کر کے بھرے مجمعے کے سامنے آنا شروع ہوتی ہیں اور اسے ''نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن'' کے مصداق بہر صورت اپنا دفاع کرنا ہوتا ہے۔ آخری مرحلے میں حاضرین جلسہ کے سامنے نتیجے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

پاکستانی طالب علم ممتاز احمد سدیدی کے مقالے کے مناقشے میں شریک ہونا میرے لئے نہایت خوشی کا باعث تھا، ان کے موضوع سے میری دلچسپی ایک کتاب بہ عنوان ''نظارہ روئے جاناں کا'' کی شکل میں رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے منظر عام پر آچکی ہے، اس کتاب میں مولانا احمد رضا خاں کی اردو نعتوں کا انتخاب اور میرا مقدمہ شامل ہے، یہی مقدمہ قاہرہ سے حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''مولانا الامام احمد رضا خان'' مرتبہ حازم محمد محفوظ میں بھی شامل ہے۔ میں نے لکھا تھا ''ان کی نعتوں کا ایک ایک لفظ' ایک ایک مصرعہ اور ایک ایک شعر عشق رسول میں رقص کرتا دکھائی دیتا ہے۔ لفظ گنجینۂ معنی کا طلسم، مصرعے کیف و مستی میں ڈوبے ہوئے اور اشعار سرشاری اور وجد آفرینی کا منبع، یہ ہے احمد رضا خاں کی نعت جس میں کیفیات روحانی اور مقامات وجدانی کے طرف امکانات دکھائی دیتے ہیں اور انہیں ایک منفرد نعت گو بناتے ہیں۔ ﴿بحوالہ اردو نعت گوئی کے امام، امام احمد رضا خان، صفحہ ۱۶۲﴾

مناقشے میں پاکستانی ایمبیسی سے جناب منیر مفتی ﴿ایجوکیشن کونسلر﴾ جناب عمران مشتاق نیازی ﴿فرسٹ سیکرٹری﴾ اور جناب محمد اسلم خاں ﴿فرسٹ سیکرٹری﴾ بھی شریک ہوئے قاہرہ کی جامعات کے اساتذہ اور طلبہ کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک سے جامعہ ازہر میں بغرض

حصول تعلیم آئے ہوئے طلبہ کی بھاری تعداد نے شرکت کی ان میں بنگلہ دیش، انڈیا، افغانستان، آذر بائیجان، تاجکستان، سری لنکا، چین، انڈونیشیا، ملائشیا، نائجیریا، فلپائن، تھائی لینڈ، نائجر، سوڈان، کینیا، جبوتی، اریٹیریا، جزر القمر، بورکینا فاسو، مڈغاسکر اور سینی گال کے طلبہ شامل تھے۔

مناقشے کی اس مجلس کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام مجید اور نعت رسول مقبول سے ہوا اس کے بعد مقالے کے نگران ڈاکٹر رزق مری ابو العباس نے حسب دستور سابق ابتدائی کلمات میں مقالے کی موضوع شخصیت ''مولانا احمد رضا خاں بریلوی'' کا تعارف پیش کرتے ہوتے کہا ''شاید بہت سے سامعین نے اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا ہوگا، وہ عرب نہیں تھے، لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوش گوار حیرت ہوگی، وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر آپ کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر ہی تصور کریں گے، ہم جب ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے۔ڈاکٹر رزق مری کی یہ رائے اس مقالے کے نگران کی رائے نہیں، اہل مصر جانتے ہیں کہ وہ عربی زبان وادب کے کیسے جید پارکھ ہیں؟ انہوں نے کہا: مولانا کے اشعار میں عقل وخرد اور قلب ونظر کی یکجائی دکھائی دیتی ہے ان کی پوری شاعری ایک انتخاب ہے جس کا مقالہ نگار نے تحقیقی اصولوں کے مطابق حق ادا کیا ہے' ڈاکٹر رزق مری نے مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت کے بارے میں کہا: وہ بلاشبہ اردو' فارسی اور عربی کے عظیم شاعر تھے جو برصغیر میں پیدا ہوئے انہوں نے قرآن کی زبان اور عربی ادب پر قابل قدر توجہ دی، یہی نہیں بلکہ انہوں نے پچپن ﴿۵۵﴾ علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

وہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں اس دار فانی سے کوچ کیا، اس عرصہ حیات کا ایک بڑا حصہ انہوں نے عربی زبان وادب کے مطالعہ میں صرف کیا، قدرت نے انہیں ادبی و شعری ذوق عطا کیا تھا، انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو کبھی تصنیف وتالیف اور کبھی شاعری میں منتقل کیا، ان کی عربی شاعری بھی اردو کی طرح بے حد جان دار ہے، اس لئے ہم پر بھی یہ لازم تھا کہ ان پر

اسی طرح توجہ دیں جیسے انہوں نے ہماری زبان پر دی، مقالہ نگار کے بارے میں بھی ڈاکٹر رزق مری نے مشفقانہ جذبات کا اظہار کیا اور انہیں مقالے کا خلاصہ پیش کرنے کی دعوت دی۔

مولانا احمد رضا خاں کے تمام عربی کلام کو جناب حازم محمد محفوظ نے بساتین الغفران کے عنوان سے مرتب کیا جسے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور رضا دار الاشاعت لاہور نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔

مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی نے اپنے موضوع کا تعارف کراتے ہوئے کہا ''یہ مقالہ بظاہر ایک خاص شخصیت کی عربی ادب میں خدمات سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ بحث درحقیقت امام احمد رضا خاں کے حوالے سے برصغیر کے عربی ادب کے بارے میں ہے اور ایک ایسے شاعر کو خراج تحسین ہے جو غیر عربی ماحول میں پلا بڑھا، مگر اس نے عربی شاعری کے عمدہ نمونے پیش کئے۔مقالے کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ یہ مقالہ ایک مقدمہ اور تین ابواب پر مشتمل ہے، مقدمہ میں موضوع کے انتخاب سے لے کر مقالے کی تکمیل تک جملہ مراحل تحقیق کا تذکرہ اور محسنین کا شکریہ ادا کیا گیا ہے، مقالے کے پہلے باب کا عنوان ''مولانا احمد رضا خان اور ان کا زمانہ'' ہے جس میں چار فصلیں ہیں ﴿۱﴾ مولانا کے دور میں تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی حالات ﴿۲﴾ مولانا کی پیدائش، نشوونما، خاندان اور حالات زندگی ﴿۳﴾ مولانا کی عربی شاعری کے موضوعات''۔ اس کی پہلی فصل میں مولانا کی نعتوں اور منقبتوں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اسی باب کی دوسری فصل میں عربی قصائد کے علاوہ قطعات، رباعیوں اور تاریخ گوئی پر مشتمل اشعار کے موضوعات پر بحث کی گئی ہے، تیسری فصل میں ''ہجا'' کے عنوان سے اس عربی شاعری کا مطالعہ کیا گیا ہے جو مولانا نے دینی اصلاح کی غرض سے لکھی تھی، چوتھی فصل میں مناجات' صوفیانہ غزل' دینی احساسات اور سیرت رسول پر مبنی کلام کا مطالعہ کیا گیا ہے مقالے کا تیسرا باب مولانا کے عربی دیوان کے تنقیدی اور تحلیلی جائزے پر مشتمل ہے، پہلی فصل میں لسانی اور اسلوبیاتی خوبیوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، دوسری فصل میں برصغیر کے عربی شاعروں میں مولانا کے مقام ومرتبہ کا تعین کیا

گیا ہے مقالے کے آخر میں اہم نتائج ، مراجع اور موضوعات کی فہرست پیش کی گئی ہے۔

مقالہ نگار کے بعد مقالے کے پہلے ممتحن اور جامعہ ازہر کے سابق پریذیڈنٹ ﴿وائس چانسلر﴾ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسعدی فرحود کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی، انہوں نے گفتگو کے آغاز میں ہی یہ کہہ کر مقالہ نگار کی محنت کی داد دی کہ ''انہوں نے نہایت عمدہ موضوع کا انتخاب کیا ہے اور وہ تحقیق کے دوران مولانا احمد رضا خان کی شخصیت اور فکر کے جواہر ریزے سمیٹنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔'' اس کے بعد انہوں نے مقالہ نگار کی تحقیقی اغلاط کی طرف توجہ دلائی اور آئندہ پی ایچ ڈی کے مقالے کے لئے زیادہ عمیق مطالعے، زیادہ منطقی انداز اور زیادہ معروضی و غیر جانبدارانہ موقف اختیار کرنے کا مشورہ دیا اس کے بعد مقالے کے دوسرے ممتحن پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید نے محاکے کا فریضہ سنبھالا اور کہا ''مقالہ نگار نے ایک اہم اور وسیع موضوع کا انتخاب کیا ہے، انہوں نے ایک ایسے شاعر کا مطالعہ کیا ہے جن کے فنون متعدد اور شاعری کے ادبی اور فکری زاویے متنوع ہیں اس کے باوجود اہل نقد نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی کہ عربی اہل زبان بھی انہیں جان اور پہچان سکتے، مقالہ نگار نے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے اس مقالہ کی خاص اہمیت یہ ہے کہ یہ ہمیں اس ضرورت کا احساس دلاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جیسی عصر حاضر کی اسلامی تاریخ کی قد آور شخصیت سے متعارف ہونے اور ان کا مقام پہچاننے کی کتنی ضرورت ہے؟ تاکہ امت مسلمہ کے درمیان ہم آہنگی پیدا ہو سکے، اس کے بعد انہوں نے مقالے کے بارے میں اپنے تنقیدی ملاحظات اور مقالہ نگار کی لغزشوں کی بڑی دقت نظری سے اصلاح کی اور بعض مقامات پر بامعنی اور دلچسپ استفسارات بھی کئے مثلاً انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی معروف سیاسی شخصیت گاندھی کے بارے میں مقالہ نگار کی رائے جانبدارانہ اور متعصبانہ معلوم ہوتی ہے، جب کہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ ہندوستان کے غیر متنازعہ رہنما تھے، اس اعتراض کا تسلی بخش جواب مقالہ نگار نے دیا اور کہا کہ گاندھی کی شخصیت حد درجہ متنازعہ اور ہندوستان کی سیاست میں ان کا کردار مشکوک ہے، درحقیقت گاندھی کی شخصیت کے دو چہرے تھے ایک وہ جس کا

پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے اور اسے ہندو مسلم اتحاد کا داعی کہا جاتا ہے اور دوسرا وہ چہرہ جس کا خبث باطن ابھی پوری طرح ظاہر نہیں کیا گیا، حالانکہ اس نے درپردہ ہمیشہ اسلام دشمنی کی اور مسلمانوں کا برا چاہا، ان کے اس جواب پر ممتحن نے حیرت اور اطمینان کا اظہار کیا۔

یہ علمی نشست تقریباً تین گھنٹے تک جاری رہی اور جونہی پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید نے گفتگو ختم کی، حاضرین جلسہ سے گزارش کی گئی کہ وہ کچھ وقت کے لئے ہال سے باہر تشریف لے جائیں تاکہ مناقشہ کا نتیجہ تیار کیا جا سکے، تقریباً دس منٹ کے بعد ہال کے دروازے دوبارہ کھلے اور تمام حاضرین کی موجودگی میں اعلان کیا گیا کہ مناقشہ کمیٹی الازہر یونیورسٹی کو تجویز پیش کرتی ہے کہ:

ممتاز احمد سدیدی کو کلیہ دراسات اسلامیہ و عربیہ کے شعبہ عربی زبان و ادب سے ادب و تنقید میں ایم اے کی ڈگری بدرجہ ممتاز عطا کی جائے۔

اس کے بعد مبارکبادیوں کے شور میں یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

قارئین کرام برصغیر پاک و ہند کی کسی علمی و ادبی شخصیت پر جامعہ ازہر سے سند امتیاز حاصل کرنے کا یہ پہلا موقع نہیں ہے، اس سے پہلے اقبال کی شخصیت، شاعری اور افکار پر جامعہ ازہر میں متعدد تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں مولانا ابوالکلام آزاد کی زندگی اور علمی فتوحات پر بھی اس سے پہلے ایک مقالہ لکھا جا چکا ہے، جامعہ ازہر میں بالعموم اور مصر میں بالخصوص علامہ اقبال کے فکر و فن میں بہت دلچسپی پائی جاتی ہے، جس کی تفصیل راقم کے مضمون ''اقبالیات اور مصر'' مطبوعہ اخبار اردو میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانی طالب علموں کی حکومتی سطح پر سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جائے ان کے مسائل پر توجہ دی جائے تاکہ وہ پاکستان کی تاریخ، تہذیب اور علمی سرمائے کو پوری دلجمعی کے ساتھ عرب دنیا سے متعارف کرا سکیں۔

امام احمد رضا خان ہندی بحیثیت شاعر و ادیب

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی —— ترجمہ: محمد عبد الحکیم شرف قادری

صاحب طرز شاعر اور ادیب پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی مصر کے ادبی حلقوں کی مشہور و معروف شخصیت ہیں' جامعۃ الازہر سے شائع ہونے والے ماہنامہ "الازہر" اور ہفت روزہ "صوت الازہر" میں مستقل لکھتے ہیں' منصورہ نامی شہر میں قائم الازہر یونیورسٹی کی برانچ "کلیۃ اللغۃ العربیۃ" کے سابق ڈین اور اس وقت جامعۃ الازہر کے تحت قائم "مجمع البحوث الاسلامیۃ" کے ممبر ہیں، انہوں نے فاضل مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کے تھیسز برائے ایم فل "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الھندی شاعرا عربیا" کا مطالعہ کرنے کے بعد پیش نظر مقالہ سپرد قلم کیا۔ مذکورہ تھیسز جامعۃ الازہر میں لکھا گیا۔

عرب دنیا میں ہندوستان کے بہت سے فاضل رہنماؤں کے نام مشہور ہوئے ہیں، انہی ناموں میں سے علامہ، باحث، فقیہ، ادیب، امام احمد رضا خان کا نام بھی ہے، لیکن ان کی یہ شہرت ان کے حالات، عظیم مواقع اور اپنے وطن میں ان کی دینی و سیاسی رہنمائی پر مشتمل نہ تھی ﴾ مطلب یہ کہ ان کا نام تو مشہور تھا لیکن کام مشہور نہ تھا ﴿ اس لئے عربی زبان کو ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو ان کے حوالے سے تفصیلا گفتگو کرے، وہ اس قابل ہیں کہ ان کے حالات ذکر کئے جائیں اور ان کا چرچا عام ہو۔

فاضل مقالہ نگار ﴾ ممتاز احمد سدیدی ابن محمد عبد الحکیم شرف قادری ﴿ نے عرب قارئین کو اس امام کی عظمت سے آگاہ کرنا چاہا تو ان کی شخصیت پر ﴾ بحیثیت عربی شاعر اور ادیب ﴿ تھیسز پیش کیا، اگرچہ اس تھیسز کا محور عربی ادب ہے، لیکن فاضل مقالہ نگار نے مقدمہ میں ان کے عہد میں ﴾ متحدہ ﴿ ہندوستان کے سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی حالات کا تجزیہ کیا، پھر ان کی حیات

مبارکہ میں اسلامی دنیا پر بالعموم اور ہندوستان پر آنے والے بحرانوں کے بارے میں بالخصوص آپ کی آراء اور سیاسی جہاد پر بھی روشنی ڈالی، علاوہ ازیں ان کے فکری رجحان کو بھی واضح کیا، یوں اس عظیم امام کی شخصیت کے خدوخال کو عربی زبان کے آئینے میں نمایاں کر دیا، بلاشبہ یہ کوشش عمدہ اور قابل تحسین ہے۔

ان کے عہد میں سخت آندھیاں چلیں، کئی فتنوں نے سر اٹھایا، دھوکہ دہی سے ہندوستان پر انگریزی قبضے، ترکی میں اسلامی خلافت کے خاتمے تحریک ہجرت تحریک ترک موالات کے حوالے سے متعدد واقعات ظہور پذیر ہوئے، جنہیں الاستاذ ممتاز احمد سدیدی کے قلم نے ابتداء سے انتہا تک کھول کر رکھ دیا، اور انتہائی دیدہ ریزی سے ایسے واقعات کو بے نقاب کیا جو گوشہ گمنامی میں تھے، مقالہ نگار مولانا کے کارناموں اور مواقف کا قائل اور مؤید ہے، یہ بات قابل اعتراض بھی نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنا یہ مقالہ مولانا کے مضبوط ایمان، ان کی ٹھوس قوت، اور ان کے مواقف سے متاثر ہو کر محبت اور اخلاص سے لکھا ہے۔

مقالہ نگار نے فقط مولانا کی زندگی، ولادت، وطن، اخلاق، خاندان حرمین شریفین کی طرف ان کے سفر، ان کے اساتذہ، ان کی تدریسی خدمات، فتویٰ نگاری، تصنیف و تالیف، ادبی صلاحیت اور عربی زبان کے فروغ میں ان کی خدمات پر ہی قلم نہیں اٹھایا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امام صاحب کی عربی نعت اور بزرگان دین کی مدح کا ماہرانہ تحلیلی جائزہ بھی لیا ہے، مثلاً سید ابو الحسین نوری، مولانا صالح کمال مکی، مولانا عبد القادر بدایونی، حضرت عبد القادر جیلانی، مولانا محمد رضا علی خان نقشبندی، مولانا محمد نقی علی خان قادری اور حضرت معین الدین چشتی اجمیری، اور اسی طرح مقالہ نگار نے دنیا سے سفر کر جانے والے منتخب لوگوں کی یاد میں لکھے گئے ان ﴾ عربی ﴿ مرثیوں کی شرح کی جو امام صاحب کے شعری ملکہ راسخہ سے ظہور پذیر ہوئے۔

اسی طرح مقالہ نگار نے مولانا کے ان ہجویہ اشعار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جو انہوں نے ان مخالفین کی ہجو میں لکھے جنہوں نے مسلک اہل سنت و جماعت سے انحراف کیا' ہجو نگاری اس

وقت مذموم ہوتی ہے جب اس کے اسباب شخصی ہوں لیکن اگر یہ فن کج فکری یا غلط رجحان کی اصلاح کے لئے ہو تو اس وقت ہجو نگاری ایک علمی اور معاشرتی کردار ادا کرتی ہے، اور یہی مولانا کا عقیدہ ہے جس کی طرف وہ اپنی استطاعت کے مطابق دعوت دیتے ہیں۔

آخری باب میں پیش کیا جانے والا تحلیلی جائزہ بہت مکمل ہے کیونکہ وہ «امام احمد رضا خان صاحب کی عربی شاعری» کے اسلوبی اور لسانی خصائص کی وضاحت پر مشتمل ہے، اور ہندوستان کے «عربی» شاعروں کے درمیان امام صاحب کے مرتبہ و مقام کا تعین کرتا ہے، اور یہ باب تقابلی جائزے کے حوالے سے بہت اہم ہے، اس باب میں مقالہ نگار نے سخت محنت کی ہے جس کا اثر اس باب کی سطر سطر سے عیاں ہے۔

اس عظیم انسان کے حوالے سے ایسا ہی ایک اور مقالہ ضروری ہے جو ان کی فقہی خدمات فقہ میں ان کے اثر، ان کی فتویٰ نویسی اور رشد و ہدایت کے میدان میں ان کی خدمات کو منظر عام پر لائے، ہم امید کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا مقالہ نگار اس موضوع پر کام کرے گا (۱) کیونکہ الاستاذ ممتاز احمد کے موضوع کے تخصص نے انہیں «امام احمد رضا خان کی شخصیت کے» ادبی پہلو پر گفتگو تک محدود کر دیا تھا، اور یہی ایک پہلو تشنہ تحقیق نہ تھا، اگرچہ مقالہ نگار نے اس ضمن میں ایسے عناصر کی طرف اشارہ کیا ہے جو تشریح کے حوالے سے ایک دوسرے مقالے کے لئے بنیاد فراہم کر سکتے ہیں

مقالہ نگار نے اپنا ادبی کردار ادا کر دیا ہے، اس نے اہل عرب کو ایسے ورثے پر مطلع کیا ہے جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے، مقالہ نگار اس ادبی خدمت کے باعث شکریہ اور بہت زیادہ تعریف کا مستحق ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

(۱) الحمد للہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے فاضل علامہ مشتاق احمد شاہ 'الامام أحمد رضا خان و أثره في الفقه الحنفي' کے عنوان سے مقالہ لکھ چکے ہیں جس پر انہیں جامعہ ازہر سے ڈگری مل چکی ہے۔ ۱۲۔ شرف قادری

امام احمد رضا کی شخصیت اور عربی شاعری

جامعہ ازہر شریف، مصر کے استاذ پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس کے تاثرات

ترجمہ و تلخیص: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور درود وسلام ہو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کی تمام آل واصحاب پر۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور بارگاہ خیر الانام میں صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض ہے کہ یہ ایک مبارک علمی نشست ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے منعقد ہوئی ہے اور آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اس مقالے کا تنقیدی جائزہ لیں جو "كلية الدراسات الاسلامية و العربية" میں پیش کیا گیا ہے اس مقالہ نگار نے قابل ستائش محنت اور کوشش کی ہے، اس نے ایک عظیم شخصیت کا مطالعہ کیا ہے، شاید بہت سے سامعین نے اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا ہوگا، مقالہ نگار نے عربی زبان و ادب کے نقطہ نظر سے اس شخصیت کا مطالعہ کیا ہے، مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ عربی نہیں تھے، لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی، وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر ان کے بارے میں یہ معلوم نہ کہ وہ ہندوستانی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر ہی گمان کریں گے' آج ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اس مقالے کا جائزہ لیں جس کا موضوع ہے "**مولانا احمد رضا بریلوی بحیثیت عربی شاعر**" ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے' ان کی شاعری کے متعدد موضوعات اور مقاصد ہیں' ان کے دل و دماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے' اور جب ہم حاصل قصیدہ شعر کا سراغ لگانا چاہتے ہیں تو ہمیں ایک قصیدے میں ایک سے زیادہ ایسے اشعار ملتے ہیں جنہیں حاصل قصیدہ کہا جا سکتا ہے اور بعض اوقات تو ایسا شعر ایک مختصر سے قطعے میں بھی جلوہ فگن ہوتا ہے۔

ہم مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں ہم ان کا حق ادا نہیں کر سکتے جس طرح مقالہ نگار (ممتاز احمد سدیدی) نے کیا ہے' میرے خیال میں مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم عربی شاعر تھے جو برصغیر میں پیدا ہوئے انہوں نے تقریباً پچپن علوم وفنون میں مہارت حاصل کی وہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں اس جہان فانی سے دار آخرت کی طرف روانہ ہوئے' اس عرصہ میں انہوں نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ ذوق و شوق کے ساتھ عربی زبان وادب کے مطالعہ میں صرف کیا' جب اللہ تعالیٰ نے انہیں ادبی صلاحیتوں سے نوازا تو انہوں نے اپنی اس صلاحیت کو کبھی شاعری میں اور کبھی تصنیف وتالیف میں صرف کیا' انہوں نے ایک سے زیادہ زبانوں میں تالیفات یادگار چھوڑیں' علاوہ ازیں عربی' فارسی اور اردو میں شاعری کی' لیکن ان کی عربی شاعری زیادہ جاندار تھی' جیسا کہ ان لوگوں کا بھی خیال ہے جنہوں نے ان کی شاعری کا تینوں زبانوں میں مطالعہ کیا ہے' چونکہ مولانا احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان پر بھرپور توجہ دی' اس لئے ہم پر بھی لازم تھا کہ ہم ان کی شخصیت پر اسی طرح توجہ دیں جس طرح انہوں نے ہماری عربی زبان پر توجہ دی' ان کے عربی دیوان کو پروفیسر حازم صاحب نے جمع کیا اور ترتیب دیا اور اس مقصد کے لئے قابل تعریف کوشش کی' ان کا عربی کلام کتابوں اور مجلات میں بکھرا ہوا تھا' لیکن پروفیسر حازم صاحب نے اس دیوان کے ذریعے عرب دنیا کو ایک نئی چیز سے متعارف کروایا' اور کیا خوب ہو کہ ہم ان لوگوں سے متعارف ہوں جن کے بارے میں ہم بہت کم جانتے ہیں۔

ہمارے شاعر مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی ولادت سے ایک سال قبل انگریز ہندوستان میں قدم جما چکے تھے' اس طرح ہمارے شاعر نے ایسے زمانے میں زندگی گزاری جو سیاسی حوادث سے بھرپور تھا' انگریزوں نے برصغیر میں قدم جمالئے اور مسلمانوں سے حکومت چھین لی اللہ تعالیٰ نے ہندوستانی مسلمانوں کو خوب نوازا تھا لیکن انگریز آئے اور انہوں نے مسلمانوں سے فراخ دستی چھین لی اور برصغیر میں ایسی شورش برپا ہوئی جس کا خاتمہ دین کی بنیاد پر ملک کی تقسیم کے

ساتھ ہوا' اس تقسیم میں دین کا بنیادی کردار تھا اور مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ کی تائید کی تھی اور اس بنیاد پر ہندوستان' اسلامی پاکستان اور مختلف ادیان والے ہندوستان میں تقسیم ہو گیا' مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تصنیف و تالیف' سیاست' فقہ اور عقیدہ میں بھی بھرپور خدمات سرانجام دیں' جیسے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کا قلم پچپن علوم وفنون میں جلوہ افروز ہوا' یہ حضرت مولانا کے بارے میں مختصر گفتگو تھی' لیکن ہم ان کے بارے میں بہت کچھ سننا چاہتے ہیں' ابھی ہم ممتاز احمد سدیدی ابن محمد عبدالحکیم شرف قادری سے اُن کے مقالے کا خلاصہ سنیں گے' ان کے حالات نے انہیں مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلقہ کتابوں پر مطلع کیا۔

مقالہ نگار ان معدودے چند طلبہ میں سے ہے جن پر فیکلٹی کے شعبہ عربی کو فخر ہے' کیونکہ وہ میری رائے کے مطابق اپنے مقالے میں سنجیدہ اور مثالی طالب علم ہے' اسے اپنے نگران سے ملے ہوئے کبھی زیادہ وقت نہیں گزرا' بلکہ وہ اپنے نگران کے ساتھ برابر رابطے میں رہا۔

بروز قیامت اللہ تعالیٰ اس مقالے کو میری اور مقالہ نگار کی نیکیوں کے پلڑے میں شمار فرمائے۔ آمین

(پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس مدظلہ نے یہ گفتگو مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۹۹ء کو فرمائی)

الحمد للہ! فاضل علامہ ممتاز احمد سدیدی کا یہ عربی مقالہ:

"الشیخ احمد رضا خان الهندی البریلوی ..... شاعرا عربیا" کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔ صفحات ۲۰۷ ہدیہ =/۲۵۰/۰۰ روپے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مصر میں رضویات کا فروغ

تحریر: دین محمد قادری
ترجمہ: منظر الاسلام، ازہر یونیورسٹی، قاہرہ

یہ مضمون آج سے تقریباً ایک سال پیشتر رفیق محترم مولانا دین محمد قادری نظامی نے ہندوستان سے ادیب عصر علامہ مقبول احمد صابی کی فرمائش پر عربی زبان میں تحریر کیا تھا۔ مولانا موصوف موسم گرما کی تعطیل میں گھر تشریف لے گئے۔ واپسی سے قبل ان کا انتقال ہوگیا۔ استفادہ عام کی غرض سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضمون کا ترجمہ اردو میں کر دیا جائے۔ لہذا قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد مولانا مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کریں۔ ان کا تعلق بہار کے ہزاری باغ سے تھا ـــــ منظر الاسلام

دنیا کی مختلف زبانوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے دل میں جامعۃ الازہر کی بڑی قدر و قیمت ہے، کیونکہ پوری دنیا سے طلبہ جامعۃ الازہر تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں جہاں انہیں علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام گوشوں میں میانہ روی اختیار کرنے اور آپس کے فروعی اختلافات دور کر کے مسلمانوں کے مابین جذبہ اتحاد پیدا کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آتا ہے، ایک سو سے زائد ممالک کے طلبہ یہاں زیر تعلیم ہیں، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامعۃ الازہر، مصر اور مصریوں کے لئے تمغۂ شرف و امتیاز ہے۔

مصر کے تمام چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں یونیورسٹی کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں جن میں اسلامی اور عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ سلف سے لیکر آج تک اسلام کے ان نابغہ روزگار شخصیتوں کے تعارف کا بھی اہتمام ہے جنہوں نے اپنے علم اور بلند اخلاق و کردار کی روشنی میں اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے میں ذرا بھی کسر اٹھا نہ رکھی، یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں متعدد اسلامی شخصیتوں پر ریسرچ کا کام تا ہنوز جاری ہے، بے شمار اسکالرز نے ان کی خدمات پر ریسرچ کر کے ڈاکٹریٹ اور ایم فل کی ڈگری بھی حاصل کی ہے، قابل ذکر بات یہ ہے کہ مصر اور

عالم اسلام کے اسکالرز کی ایک بڑی تعداد نے خاص طور پر ان نامور صوفیاء کرام اور بزرگان دین کی خدمات پر مقالے لکھ کر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے، جنہوں نے اپنے علم و فضل اور خدائے پاک کی دی ہوئی روحانی قوتوں سے چمنستان عالم کو نور نور کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ازہر کے علاوہ دیگر مصری یونیورسٹیاں بھی کچھ کم نہیں ہیں، کیونکہ مصریوں کا دل عام طور پر حب الٰہی محبت و اتباع رسول ﷺ تعظیم اہل بیت اور اکرام صحابہ رضی اللہ عنہم کے جذبۂ صادق سے سرشار ہے، چنانچہ یہ یونیورسٹیاں بھی ریسرچ کے نتیجہ میں محققین کو مسلسل ڈاکٹریٹ اور ایم فل کی سند دے رہی ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کی جن اہم شخصیتوں پر الازہر یا مصری دیگر یونیورسٹیوں میں ایم فل یا ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا گیا ہے، ان میں مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور مجدد اعظم امام احمد رضا خاں رحمہما اللہ کی ذات سرفہرست ہے مگر ابتداء میں جو اہمیت بحث و تحقیق کے دوران علامہ اقبال کو ملی وہ امام احمد رضا کو نہ مل سکی، جبکہ آپ دونوں دانشوروں کے مابین عقیدہ اور فکر و سیاست میں بہت حد تک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک ایسا وقت بھی آیا جبکہ حکمت خداوندی سے اس کے دین کے مخلص مجاہد کا تعارفی سلسلہ شروع ہوگیا، عالم عرب اور عالم اسلام میں ان کی شخصیت یکساں پہچانی جانے لگی، اس تعارف کی اہم کڑی پاکستان کے ریسرچ اسکالر علامہ مشتاق احمد (ایم فل ازہر یونیورسٹی) ہیں، انہوں نے ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء میں ازہر کے "کلیة الشریعة و القانون میں بعنوان "الامام احمد رضا خان و اثرہ فی الفقه الحنفی" ایم فل کا رجسٹریشن کرایا، ازہر کے عظیم محقق اور فقہ اسلامی کے ماہر پروفیسر علامہ عبد الفتاح محمد نجاری کی نگرانی میں رسالہ کی تکمیل کا کام چلتا رہا حتی کہ ۸ شوال ۱۴۱۸ھ/۵ فروری ۱۹۹۸ء کو علامہ مشتاق احمد صاحب کی تھیسس کا مناقشہ عمل میں آیا اور کئی گھنٹوں تک مناقشہ جاری رہنے کے بعد پروفیسروں کی جماعت نے انہیں ازہر کے کلیة الشریعة والقانون کے تحت ایم فل کی سند عطا کی۔

امام احمد رضا خان قدس سرہ سے متعلق جامعۃ ازہر میں دوسری تھیسس کا رجسٹریشن ۱۹۹۷ء میں ہوا۔ اس عظیم شرف کے مستحق پاکستان کے محقق اور مخلص عالم دین علامہ محمد عبد الحکیم

شرف قادری مدظلہ العالی کے صاحبزادے علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ﴿۱﴾ ہوئے انہوں نے اپنی تھیسس کا عنوان "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی شاعرا عربیا" رکھا، ازہر کے "کلیة الدراسات الاسلامیة و العربیة" کے شعبہ ادب ونقد کے تحت پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس کی نگرانی میں امام احمد رضا کی شاعری پر محققانہ بحث لکھ کر ربیع الآخر ۱۴۲۰ھ/ ۲۵ جولائی ۱۹۹۹ء کو امتیازی پوزیشن سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی شخصیت پر ازہر میں لکھے جانے والے یہ دو مقالے تھے جن میں ایک کا تعلق امام کی فقہی بصیرت اور مسائل شرعیہ میں آپ کی مہارت سے تھا اور دوسرے کا تعلق آپ کی عربی دانی، ادبی ذوق اور فن شاعری پر مکمل دسترس سے تھا، فی الحال مصری سینٹرل یونیورسٹی جامعۃ القاہرہ کے کلیہ دار العلوم کے شعبہ عقیدہ وفلسفہ میں ایم فل کا ایک تیسرا رسالہ امام احمد رضا کی فلسفیانہ سیادت، منطقی کمال اور توحید وعقائد میں مکمل بصیرت سے متعلق زیر بحث ہے، اس بحث کے ریسرچ اسکالر بنگلہ دیش کے علامہ سید جلال الدین ہیں، انہوں نے ریسرچ کا موضوع "الامام احمد رضا القادری و جهوده فی مجال العقیدة الاسلامیة فی شبه القارة الهندیة" رکھا ہے، اور پروفیسر عبد الغنی عبد المقصود کی نگرانی میں تحقیق کا کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جلد از جلد ان کی تحقیق کو پایہ تکمیل کو پہنچائے تا کہ امام احمد رضا قدس سرہ کے صحیح افکار ونظریات اور ان کا خالص عقیدہ توحید علما مصر وعرب کے سامنے اچھی طرح واضح ہو سکے۔

الحمد للہ دن بدن امام احمد رضا قدس سرہ پر تحقیق کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، اور آپ سے لوگوں کی عقیدت بھی بڑھتی جا رہی ہے، یہاں خاص طور پر یہ ذکر دینا ضروری ہے کہ ریسرچ اسکالرز کے علاوہ مصری یونیورسٹیوں میں ماہرین نقاد، ادبا، فقہاء اور

---

(۱) موصوف اس وقت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی رضی اللہ عنہ کی شاعری پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب فرمائے۔

پروفیسروں کی جانب سے بھی امام احمد رضا سے متعلق عربی کے کئی مضامین مصری ماہناموں اور اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، مصر کے جن قلمکاروں نے آپ کی شخصیت سے متعلق کچھ لکھا ہے ان میں یہ حضرات سرفہرست ہیں:

﴿۱﴾ پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی: آپ ماہنامہ الازہر کے ایڈیٹر اور مجمع البحوث الاسلامیہ کے اہم رکن ہیں۔

﴿۲﴾ استاذ الاساتذہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد المنعم خفاجی: آپ جامعۃ الازہر کے استاذ اور قاہرہ میں واقع تنظیم "رابطة لأدب الحدیث" کے صدر ہیں۔

﴿۳﴾ علامہ پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری: آپ کو اللہ تعالیٰ نے آٹھ زبانوں میں مہارت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ علم کا بادشاہ بنایا ہے اور متعدد ممالک سے کئی گولڈ میڈل حاصل کر چکے ہیں

﴿۴﴾ پروفیسر یوسف قطب زید: آپ ازہر میں شعبہ ادب ونقد کے استاذ اور عربی کے بے مثال ادیب ہیں۔

﴿۵﴾ پروفیسر رزق مرسی ابوالعباس: آپ ازہر کے کلیۃ الدراسات الاسلامیۃ میں استاذ اور عربی کے ادیب ہیں۔

﴿۶﴾ ڈاکٹر حازم محمد محفوظ: آپ ازہر کے کلیۃ اللغۃ والترجمۃ میں استاذ اور مختلف علمی ادبی تنظیموں کے رکن ہیں اور امام احمد رضا کی دینی کاوش اجاگر کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ نے امام احمد رضا کی شخصیت سے متعلق کئی اہم کتابیں عربی زبان میں ترتیب دی ہے۔ ان کتابوں کے اسماء یہ ہیں:

﴿۱﴾ "بساتین الغفران" امام احمد رضا کی عربی شاعری کا مجموعہ جو ڈاکٹر موصوف کی ترتیب و تحقیق کے بعد چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

﴿۲﴾ "الکتاب التذکاری لمولینا احمد رضا خان" امام احمد رضا کی حیات سے متعلق جامع کتاب ہے

﴿۳﴾ "المنظومة السلامیة فی مدح خیر البریة" امام احمد رضا کے سلام کا عربی نثر میں ترجمہ کیا ہے

پروفیسر حسین مجیب مصری نے نظم میں تبدیل کیا۔

﴿۴﴾ حدائق بخشش کا مکمل عربی ترجمہ نثر میں کیا پھر پروفیسر حسین مجیب مصری نے نظم میں ڈھالا۔

مذکورہ کتابوں میں سے بعض مصر اور بعض پاکستان سے چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

اس مختصر گفتگو کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر حازم محفوظ نے علماء ازہر اور مصر کے نزدیک امام احمد رضا کا تعارف کرانے میں اہم اور مرکزی کردار ادا کیا ہے، جبکہ علامہ مشتاق احمد شاہ پاکستان کے پہلے اسکالر ہیں جنہوں نے امام احمد رضا پر ایم فل کا مقالہ لکھ کر ازہر سے ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر سید حازم محفوظ سے امام احمد رضا کا تعارف کس طرح ہوا اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

۱۹۸۹ء میں پروفیسر محمد مبارز ملک پاکستان سے ازہر کے کلیة لغة و ترجمة میں مندوب استاذ کی حیثیت سے تشریف لائے، یہاں مصر اور ازہر میں ان کی ملاقات ڈاکٹر حازم کے علاوہ دیگر اساتذہ سے بھی ہوئی، پروفیسر محمد مبارز ملک نے ان اساتذہ سے امام احمد رضا کا تعارف کرایا، پروفیسر موصوف پنجاب یونیورسٹی لاہور میں استاذ تھے اسلامی علوم میں دلچسپی کی وجہ سے محسن اہل سنت، محقق اعظم علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری سے کچھ سیکھنے اور درس نظامی کی مختلف کتب پڑھنے کے لئے جایا کرتے تھے اس طرح وہ حضرت علامہ قادری کے بہت قریب ہو گئے، جب انہوں نے بتایا کہ ان کا انتخاب مندوب استاذ کی حیثیت سے ازہر یونیورسٹی مصر کے لئے ہو گیا ہے تو حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے انہیں امام احمد رضا کی کئی تالیفات اس غرض سے دیں کہ وہ مصری علماء کو ان کتابوں کے توسط سے امام احمد رضا کا تعارف کرائیں مصر پہنچ کر پروفیسر مرحوم نے اپنے مشفق استاذ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے اردو ادب سے متعلق پروفیسران کو کتابیں دیں اور امام احمد رضا کا تعارف بھی کرایا، ڈاکٹر حازم محفوظ نے ان کتابوں کو

بطور پڑھا اور امام احمد رضا سے ابتدائی طور پر متعارف ہوئے، اسی وقت امام احمد رضا کے چند عربی اشعار بھی ان کی نظر سے گزرے، بعد میں انہیں جستجو ہوئی کہ امام احمد رضا کا عربی دیوان حاصل کیا جائے تو انہیں بتایا گیا کہ ان کا کام متفرق کتابوں میں بکھرا ہوا ہے، ابھی تک کسی نے مدون نہیں کیا

ڈاکٹر محفوظ اپنی کتاب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

۱۹۸۹ء میں جس وقت پروفیسر محمد مبارز ملک مرحوم مندوب استاذ کی حیثیت سے مصر تشریف لائے تو ان سے میری ملاقات ہوئی انہوں نے امام اہل سنت مجدد اعظم امام احمد رضا خان کا تعارف کرایا اور آپ کی شخصیت سے متعلق کئی کتابیں بھی ہدیۃً پیش کیں۔ دیگر کئی کتابیں کلیہ کی لائبریری میں بھی جمع کروائیں مجدد اعظم کے عربی مجموعہ کا پہلا شعر جو انہوں نے امام وقت علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لکھے گئے قصیدے کی ابتدا میں لکھا تھا اور جس پر میری نظر پڑی وہ یہ تھا:

الحمد للمتوحد	بجلاله المتفرد
وصلاة مولانا علی	خیر الأنام محمد
والآل أمطار الندی	والصحب سحب عوائد

اس وقت میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ امام احمد رضا کے مکمل عربی دیوان کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ ان کا عربی کلام کسی مستقل مجموعہ کی شکل میں موجود نہیں ہے، بلکہ اردو اور فارسی اشعار کے ساتھ مختلف تالیفات میں عربی اشعار بکھرے ہوئے ہیں قدرت نے دیکھا یہ کرم فرمایا کہ شعبہ اردو میں مندوب استاذ کی حیثیت سے پنجاب یونیورسٹی کے لئے میرا انتخاب ۱۹۹۵ء میں ہو گیا، وہاں مجھے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا کے عربی اشعار کی ترتیب کا کام کسی نے انجام نہیں دیا ہے اس وقت میں نے اسے ترتیب دینے کا عزم مصمم کر لیا، پھر وہاں امام احمد رضا کی تالیفات اور ان سے متعلق تالیفات پڑھنے کا مجھے خوب موقع ملا، جس سے میرے کام کا راستہ ہموار ہوتا چلا گیا، لاہور کے علماء اہل سنت نے نہایت گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اور ہر طرح کا تعاون

کرنے کے لئے تیار ہوئے اور قدم قدم پر حوصلہ افزائی کرتے رہے' چنانچہ امام اہل سنت کے بکھرے ہوئے عربی اشعار کی ترتیب وجمع کا کام میں نے شروع کردیا۔

جس وقت یہ امر عظیم نبھانے کا عزم میں نے کیا تھا تو مجھے ایسا لگا تھا یہ آسان کام ہے مگر حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی' کیونکہ اس سلسلہ میں مجھے کئی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا' مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم' رسول پاک ﷺ کی عنایت اور لاہور کے علماء اہل سنت کی مدد سے وہ ساری پریشانیاں دور ہوگئیں۔ یہاں خاص طور پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ معالی الاستاذ فضیلۃ الامام الشیخ محمد عبدالحکیم شرف القادری مدرس الحدیث النبوی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور نے ہر طرح سے میرے منصوبہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اس خوبصورت شکل کے ساتھ دیوان کا مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ڈاکٹر حازم صاحب کا کہنا ہے کہ امام احمد رضا کے عربی دیوان کی ترتیب میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد نے بڑی مدد فرمائی' چنانچہ دیوان کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

میں نہایت اخلاص وتقدیر کے ساتھ معالی الاستاذ فضیلۃ الامام الشیخ العلامۃ محمد عبدالحکیم شرف القادری کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے نہایت قیمتی مسودے اور امام احمد رضا سے متعلق کی اہم مآخذ ومصادر کی رہنمائی فرمائی جن کا دیوان کی ترتیب میں نمایاں کردار رہا' اگر وہ ان قیمتی مسودات سے میری مدد نہ فرماتے تو آج موجودہ شکل میں مرتب دیوان آپ کے سامنے نہ ہوتا۔

جیسا کہ مجھے علامہ پروفیسر محمد مسعود احمد کا شکریہ ادا کرنے میں کچھ مانع نہیں کیونکہ دیوان کے اشعار سے متعلق جب بھی کوئی بات آپ کی خدمت میں پیش کی تو فوراً آپ نے اس کا حل فرمایا اور بعض ان اشعار کی کاپیاں بھی دیں جو لاہور کی کسی لائبریری میں موجود نہ تھیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ دیوان کی ترتیب وتحقیق کے بعد نظر ثانی اور طباعت کا کام بھی حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری مدظلہ العالی نے کیا جس کی وجہ سے بہت حد تک دیوان کتابت وطباعت کی

غلطیوں سے منزہ ہوکر منظر عام پر آگیا' یہ چند خدائے پاک کے مخلص نامور بندے ہیں جن کا دیوان کی ترتیب میں اہم کردار رہا۔

مصر میں فروغ رضویات کا تیسرا طریقہ

جیسا کہ یہ بات واضح ہوگئی کہ مجدد اکبر امام احمد رضا کا مصر میں تعارف کرانے میں یونیورسٹیوں کے مقالے اور مصری علماء کے مضامین کا اہم کردار رہا ہے تو یہ بھی ذکر دینا ضروری ہے کہ جامعۃ الازہر میں زیر تعلیم ہندوستان کے سنی برادران نے بھی مصر پہنچنے کے بعد مختلف صورتوں سے امام احمد رضا کا تعارف کرایا ہے' اور مسلسل اس کے لئے کوشاں بھی ہیں' انہوں نے سب سے مؤثر اور اہم طریقہ یہ اپنایا کہ امام احمد رضا کی اردو تالیفات کا عربی میں ترجمہ کردیا جائے تاکہ بغیر کسی شرح واضافہ کے امام احمد رضا کے عقائد ونظریات واضح طور پر عربوں کے سامنے آجائیں۔ ترجمہ کے بعد انہوں نے ازہر کے باوقار اساتذہ سے مقدمہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور پوری طرح اس میں کامیاب رہے۔ چنانچہ مولانا جلال رضا نے "**السوء و العقاب علی المسیح الکذاب**" "**الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی**" کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور مولینا منظر الاسلام نے "**المبین ختم النبیین**" کا ترجمہ کیا ان تینوں رسائل کا مجموعہ بتعاون رضا اکیڈمی ممبئی مصر سے "القادیانیۃ" کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ جامعۃ الازہر کے شعبہ عقیدہ وفلسفہ کے پروفیسر علامہ محمد احمد المسیر نے کتاب پر علمی مقدمہ لکھ کر اس کی قیمت میں اضافہ کردیا ہے۔ اس سے بڑھ کر قابل فخر بات یہ ہے کہ ازہر شریف کا مؤقر ادارہ "مجمع البحوث الاسلامیۃ" نے کتاب کی علمی ثقاہت اور مؤلف کی قابلیت ومہارت پر مہر تصدیق ثبت کرکے یہ لکھ دیا کہ اس کتاب کو چھاپنے اور نشر کرنے میں کچھ حرج نہیں کتاب کی تمام جزئیات اسلامی عقائد کے عین مطابق ہیں۔ واضح رہے کہ ازہر کا مذکورہ عالمی ادارہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر کسی کتاب پر اس کی جانب سے پابندی یا تنقید کردی گئی تو دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک میں اس کتاب کا چھپنا تو درکنار مؤلف کی حیثیت کچھ بھی نہیں رہ جاتی ہے اور اس

کی تمام تصنیفات کو شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

امام احمد رضا کے رسائل کا عربی ترجمہ بڑی تیزی سے کیا جارہا ہے فی الحال کئی رسائل زیر ترجمہ ہیں مولینا جلال رضا ﴿۱﴾ مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید ﴿۲﴾ التحبیر ﴿۱﴾ واضح رہے کہ مولینا دین محمد مرحوم نے اس مضمون کو تقریباً ایک سال قبل تحریر کیا تھا اس وقت کی جو صورتحال تھی انہوں نے قلمبند کر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ مذکورہ رسائل کے ترجمے بہت پہلے مکمل ہو چکے ہیں اور پہلے تین رسائل ''الاسلام والفلسفة'' کے نام سے کلیہ اصول الدین کے سابق عمید پروفیسر محی الدین صافی کے زبردست مقدمہ وتقریظ کے ساتھ اور بتعاون علامہ اقبال مصباحی لندن اگست ۲۰۰۲ء میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ ببباب التدبیر، مولینا گل محمد کشمیری ﴿۳﴾ القمع المبین لآمال المکذبین اور مولینا نعمان احمد اعظمی و مولینا منظر الاسلام ﴿۴﴾ جزاء الله عدوه بابائه ختم النبوة کا ترجمہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے جلد پایہ تکمیل کو پہنچائے[1] اور ان تمام لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مؤخر الذکر رسالہ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین'' کے نام سے خوبصورت اور دیدہ زیب تکمیل کے ساتھ علامہ اقبال مدظلہ العالی مصباحی کے تعاون سے طبع ہو کر مصر اور عالم عرب میں عام ہو چکا ہے اس کتاب پر جامعۃ الازہر الشریف کے تین بڑے علماء کرام پروفیسر طہ مصطفی ابوکریشہ ﴿نائب وائس چانسلر﴾ اور جامع معقول ومنقول علامہ پروفیسر علی جمعہ استاذ کلیۃ

(۱) واضح رہے کہ مولانا دین محمد مرحوم نے اس مضمون کو تقریباً ایک سال قبل تحریر کیا تھا اس وقت کی جو صورتحال تھی انہوں نے قلمبند کر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ مذکورہ رسائل کے ترجمے بہت پہلے مکمل ہو چکے ہیں اور پہلے تین رسائل ''الاسلام و الفلسفة '' کے نام سے کلیہ اصول الدین کے سابق عمید پروفیسر محی الدین صافی کے زبردست مقدمہ وتقریظ کے ساتھ اور بتعاون علامہ اقبال مصباحی لندن اگست ۲۰۰۲ء میں چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

الدراسات الاسلامیة اور پروفیسر محمود مصطفی ﴿استاذ کلیۃ اصول الدین﴾ کے گرانقدر مقدمے اور تقاریظ ہیں، ان حضرات نے دل کھول کر امام احمد رضا کی علمی گہرائی کا اعتراف کیا ہے۔

اب ہم تیسرے مرحلہ میں پہنچ چکے ہیں تراجم کا کام مسلسل جاری ہے سماع موتی سے متعلق رسالہ کا ترجمہ اور جدید تحقیق وتعلیق کا کام مولینا جلال رضا اور مولینا گل محمد کشمیری انجام دے رہے ہیں رد شیعہ سے متعلق رسائل کا ترجمہ اور مناسب تعلیقات کی ذمہ داری مولینا نعمان احمد اعظمی نبھا رہے ہیں اور یہ دونوں رسائل تکمیل کے مرحلہ میں پہنچ چکے ہیں۔ اصول حدیث سے متعلق امام احمد رضا کا تحقیقی رسالہ ''تقبیل ابہامین'' کا عربی ترجمہ فقیر راقم الحروف نے مکمل کر لیا ہے اور فی الحال تخریج احادیث، اقوال علماء اور مناسب تحشیہ کے کام میں مصروف ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی یہ کتابیں جدید علمی تحقیق کے ساتھ طبع ہو کر منظر عام پر آجائیں گی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی طلبہ نے فتاوی رضویہ کی تمام جلدوں کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا منصوبہ تیار کر لیا ہے، وہ اس سلسلہ میں ہندوستان کے اجلہ علماء سے برابر ربط جاری رکھے ہوئے ہیں، بلکہ وہ ہندوستان کے علماء اہل سنت کی حیات وخدمات سے متعلق عربی زبان میں مستقل تصنیف وتالیف کا بھی خیال رکھتے ہیں اپنے اس منصوبہ میں علماء کی مدد سے وہ کافی پیش رفت بھی کر چکے ہیں۔ ان تمام اعمال کی تکمیل کے لئے قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص کے ساتھ دین اسلام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿آمین﴾

☆☆☆☆☆☆

امام احمد رضا خان علماء ازہر کی نظر میں

بقلم: تاج محمد خان ازہری

ہندوستان ہمیشہ سے علم و حکمت کا گہوارہ اور اہل علم کا مرکز رہا ہے۔ جب ہم گزشتہ صدیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسی علمی و ادبی شخصیات نظر آتی ہیں، جن کی عظمت و بزرگی کے سامنے کوہ ہمالیہ کی بلندی بھی سرنگوں دکھائی دیتی ہے۔ امام احمد رضا خان ایسی ہی بلند پایہ علمی شخصیات میں سے ایک تھے، جن کی عظمت کو عرب و عجم کے ذی علم اور دانشوروں نے خراج تحسین پیش کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم و فنون کا وہ خزانہ عطا فرمایا تھا جس کی وجہ سے آپ کی ذات بشکل انسانی چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا تھی۔

چودھویں صدی کے مجدد، محدث عصر، امیر الشعراء، تاج الفقہاء، فخر العلماء، امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق چودہ جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے ایک قدیم تاریخی شہر بریلی میں پیدا ہوئے، ابتداءً آپ کا نام محمد رکھا گیا بعد ازاں آپ کے جد امجد حضرت مولانا محمد رضا علی خان نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احمد رضا نام رکھا، اور پھر اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی علوم والد بزرگوار حضرت علامہ محمد نقی علی خان قادری علیہ الرحمۃ سے حاصل کئے، مزید تحصیل علم کے لئے آپ نے مارہرہ مقدسہ اور رام پور کا سفر کیا۔ آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین و فطین اور عظیم قوت حافظہ کے مالک تھے، بڑے قلیل عرصہ میں متعدد علوم و فنون میں مہارت حاصل کر لی، یہی وجہ تھی کہ چودہ سال کی عمر میں ہی والد ماجد نے آپ کو فتویٰ نویسی کی ذمہ داری سونپ دی، تا حیات آپ نے اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی نبھایا۔ اس کی زندہ و جاوید مثال آپ کا مجموعہ فتاویٰ "العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة" ہے۔

امام احمد رضا خان حد درجہ خلیق تھے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیا۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس سب و شتم سے پر ایک خط آیا، حسب عادت میں نے پڑھ کر اختصار کے ساتھ حضرت کو سنا دیا، اچانک یہی خط ایک

مرید کے ہاتھ لگ گیا، وہ بلند آواز سے پڑھ کر سنانے لگا، اسے سن کر آپ کبیدہ خاطر ہوئے، لیکن ضبط نفس سے کام لیا اور جواب میں کچھ نہیں فرمایا، شام کو جب آرام گاہ پر تشریف لے جانے لگے تو مرید نے مشورہ دیا کہ یہ بات کچہری تک پہنچا دی جائے تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو، آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو، گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں خطوط کا ایک بنڈل لئے ہوئے باہر تشریف لائے، فرمایا انہیں پڑھو، یہ خطوط چونکہ حضرت کی تعریف و توصیف میں تھے، اس لئے پڑھتے ہی مرید کا چہرہ کھل اٹھا، آپ نے فرمایا پہلے ان خطوط کے بھیجنے والوں کو صلہ اور تحفے ارسال کرو پھر دوسرے کا معاملہ کچہری تک پہنچایا جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ آپ حدیث رسول ﷺ "من احب لله و ابغض لله و اعطى لله و منع لله فقد استكمل الايمان" کا حقیقی مصداق تھے۔

عشق رسول تو دیوانگی کی حد تک تھا، مدینہ طیبہ کا ذکر آتے ہی آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگتیں، دیار محبوب کے شوق دید میں دل ہمیشہ مچلتا رہتا، آخر کار محبوب کے دربار سے بلاوہ آ گیا۔ ۱۲۹۵ء بمطابق ۱۸۷۸ء میں بار اول والد محترم کی رفاقت میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، مناسک حج ادا کئے، ایک شام نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک مسجد حرام کے امام شیخ حسین بن صالح جمل اللیل تشریف لائے، آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، جبکہ دونوں حضرات کے مابین پہلے سے کوئی تعارف نہیں تھا، گھر پہنچ کر امام حرم نے اپنا ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا اور فرمایا اس پیشانی میں مجھے اللہ کا نور دکھائی دے رہا ہے اور پھر اجازت حدیث اور سلسلہ قادریہ کی خلافت عطا فرمائی، نیز اپنی تصنیف "الجوهرة المضية" کی شرح لکھنے کی فرمائش کی۔ آپ نے دو دن کے مختصر عرصہ میں مکمل کتاب کی شرح لکھ دی اور اس کا نام "النيرة الوضية فی شرح الجوهرة المضية" رکھا۔ امام حرم شیخ حسین بن صالح جمل اللیل کے علاوہ شیخ احمد زینی دحلان مکی اور شیخ عبد الرحمن سراج نے بھی آپ کو اجازت حدیث عطا فرمائی۔

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں اپنے چھوٹے بھائی محمد رضا خان اور بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حامد رضا خان رحمہما اللہ کی معیت میں بار دیگر حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ کا یہی وہ سفر تھا جس کے قیام کے دوران آپ نے "الدولة المكية

بالمادة الغيبية ''اور''كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم ''اور
''حسام الحرمين على منحر الكفر و المين '' جیسی علمی کتابیں بزبان عربی
تصنیف فرمائیں۔

اس مختصر تمہید کے بعد قارئین کے علم میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا خان کی
عبقری شخصیت اب برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش کی حدود تک ہی محدود نہیں ہے آپ کی شخصیت
کے تعلق سے عالم عرب میں مخالفین نے جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی تھیں' ان کا ازالہ بفضلہ تعالیٰ بڑی
برق رفتاری سے ہو رہا ہے۔ ذیل میں ہم علماء ازہر کی تحریروں کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو کہ
انہوں نے آپ کی یکتائے روزگار شخصیت کے بارے میں لکھا ہے:

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے اہم رکن اور الازہر میگزین کے چیف ایڈیٹر' استاذ
الاجیال جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی صاحب آپ کی عظیم شخصیت کے بارے میں تحریر
فرماتے ہیں:

یوں تو ہندوستانی علماء کی ایک بڑی تعداد عالم عرب میں مشہور و معروف ہے'
لیکن اس میں محقق وقت امام احمد رضا خان کا نام سرفہرست ہے۔

الازہر یونیورسٹی میں شعبہ عربی کے ہیڈ' آرگنائزیشن رابطہ ادب حدیث کے صدر اور
ماہنامہ ''الحضارة'' کے چیف ایڈیٹر جناب پروفیسر عبدالمنعم خفاجی صاحب آپ کے تبحر علمی کے
بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد رضا خان ایسے مسلم مجاہد تھے جو عربی زبان سے اس لئے محبت کرتے
تھے کہ قرآن وحدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خان کا شمار ہندوستان کی ان
چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانہ میں
عربی زبان وادب کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

الازہر یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے ایک استاذ جناب پروفیسر رزق مرسی
ابوالعباس صاحب آپ کی عربی شاعری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

امام احمد رضا خان عربی نہیں تھے' لیکن جب آپ ان کی عربی شاعری پڑھیں
گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ ان کے عجمی ہونے کے باوجود ان کی شاعری
میں عجمیت کا شائبہ نہیں پایا جاتا' اگر قاری کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو انہیں
عربی شاعر گمان کرے گا' جب ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو
ہمیں معیاری عربی پڑھنے کو ملتی ہے' ان کے دل ودماغ نے ان کی شاعری میں
مشترکہ کردار ادا کیا ہے۔

جامعہ الازہر میں شعبہ اردو کے استاذ جناب ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ صاحب عالمی
شہرت کی حامل فاضل بریلوی کی نابغہ روزگار شخصیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے علم میں علماء عجم کی اتنی بلند پایہ کوئی اسلامی شخصیت نہیں ہے جس کی علماء
عرب کے درمیان اتنی پذیرائی ہو جتنی کہ امام احمد رضا خان کی ہے۔

الازہر یونیورسٹی میں شعبہ حدیث کے استاذ جناب ڈاکٹر مصطفےٰ محمد محمود صاحب آپ کی
کتاب ''محمد خاتم النبيين ''پر تقریظ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

ہندوستان کے لاثانی عالم' فقیہ وقت' محدث عصر امام احمد رضا خان کی تصنیف
''محمد خاتم النبيين ''باصرہ نواز ہوئی' مصنف نے اس کتاب کی
تالیف میں جن مصادر کی طرف رجوع کیا ہے ان کی فہرست دیکھ کر مؤلف کی
وسعت مطالعہ اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے' مثلاً انہوں نے مذکورہ کتاب کی
تصنیف میں مندرجہ ذیل مصادر کی جانب رجوع کیا ہے: ''الشفا بتعریف حقوق
المصطفیٰ، علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی'' ''نسیم الریاض، علامہ شہاب
خفاجی'' ''معاجم طبرانی'' ''دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ' امام
بیہقی'' ''دلائل النبوۃ، ابو نعیم اصبہانی'' ''الخصائص الکبریٰ جلال الدین سیوطی''
''تاریخ ابن عساکر'' مراجع کی یہ طویل فہرست اگر کسی شے پر دال ہے تو وہ ہے
مصنف کی اسلامی میراث پر گہری نظر۔

الازہر یونیورسٹی میں
امام احمد رضا خان کی عربی شاعری پر ایم فل کا مقالہ

بقلم: تاج محمد خان ازہری

ہندوستان ہمیشہ ہی علم وحکمت کا گہوارہ اور اہل علم کا مرکز رہا ہے جب ہم گزشتہ صدیوں کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ایسی علمی اور ادبی شخصیات نظر آتی ہیں جن کی عظمت کے سامنے کوہ ہمالیہ کی بلندی سرنگوں دکھائی دیتی ہے' امام احمد رضا خان ایسی ہی بلند پایہ علمی شخصیات میں سے ایک تھے' جنکی عظمت کو عرب وعجم کے ذی علم اور دانشوروں نے خراج تحسین پیش کیا۔

امام احمد رضا خان دیگر علوم وفنون کے علاوہ شعروسخن میں بھی کمال درجہ کی مہارت رکھتے تھے' آپ کی اردو شاعری کو برصغیر پاک وہند کے شعراء اور ادباء نے خراج تحسین پیش کیا ہی تھا لیکن مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ اس وقت ٹوٹے جب میں نے دیکھا کہ عالم اسلام کی سب سے عظیم اور قدیم یونیورسٹی الازہر کے اساتذہ آپ کی عربی شاعری کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔

پاک وہند کے برادران اہل سنت کو یہ خبر دیتے ہوئے انتہائی شاداں اور فرحاں ہوں کہ میری مصر آمد سے کچھ قبل الازہر یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر جناب مشتاق احمد شاہ نے امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقہی بصیرت اور خدمات پر اپنا ایم فل کا مقالہ دنیا کی عظیم وقدیم ترین اسلامی یونیورسٹی الازہر کو پیش کر کے اعلیٰ کامیابی حاصل کی ہے، جبکہ حال ہی میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی عربی شاعری کے حوالہ سے ایک دوسرا ایم فل کا مقالہ الازہر یونیورسٹی کو پیش کر کے درجہ امتیاز حاصل کیا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مناقشہ (Viva) کی تاریخ ﴿۲۵ جولائی ۱۹۹۹ء﴾ متعین ہوتے ہی مقالہ نگار جناب ممتاز احمد سدیدی نے فی الفور دعوتی کارڈ دوست احباب تک پہنچا دیئے' بعد اطلاع تمام حضرات اس عظیم اور تاریخی دن کے بے صبری سے منتظر رہے' آخرکار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور وہ یوم

سعید آ ہی گیا جس کے سب بے چینی سے منتظر تھے' وقت معین پر تمام حضرات الشیخ عبدالحلیم محمود ﴿سابق وائس چانسلر الازہر یونیورسٹی﴾ ہال میں جمع ہوئے' حاضرین میں پاک وہند' بنگلہ دیش کے علاوہ درجنوں ممالک کے طلباء کثیر تعداد میں شامل تھے' حاضرین کی کثرت کے باعث مذکورہ ہال اپنی وسعت کے باوجود تنگ نظر آ رہا تھا' واضح رہے کہ الازہر یونیورسٹی میں ۹۲ سے زائد ممالک کے طلباء زیر تعلیم ہیں۔

الازہر یونیورسٹی کی دیرینہ روایات کے مطابق مناقشہ کمیٹی نے پیش کردہ مقالہ کا علمی تجزیہ شروع کیا' یہ کمیٹی تین افراد پر مشتمل تھی' جناب پروفیسر ڈاکٹر سعدی فرہود' سابق وائس چانسلر الازہر یونیورسٹی ﴿مناقش﴾ جناب ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس ﴿نگران﴾ اور جناب ڈاکٹر قطب یوسف زید ﴿بیرونی مناقش﴾ سب سے پہلے مقالہ کے نگران جناب ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے مقالہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا: آج ہم یہاں اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ الازہر یونیورسٹی کو پیش کیا گیا مقالہ بعنوان ﴿امام احمد رضا خان بحیثیت عربی شاعر﴾ کا تنقیدی جائزہ لیں' مقالہ کو تحقیقی بنانے میں مقالہ نگار نے قابل ستائش محنت اور کوشش کی ہے' اس نے ایک عظیم شخصیت کا مطالعہ کیا ہے' شاید بہت سے سامعین نے اس عظیم شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں پڑھا ہوگا' مقالہ نگار نے اس شخصیت کا مطالعہ عربی زبان وادب کے نقطہ نظر سے کیا ہے' امام احمد رضا خان عربی نہیں تھے لیکن جب آپ ان کی عربی شاعری پڑھیں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ ان کے عجمی ہونے کے باوجود ان کی شاعری میں عجمیت کا شائبہ نہیں پایا جاتا' اگر قاری کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو انہیں عربی شاعر گمان کرے گا' جب ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی پڑھنے کو ملتی ہے' ان کے دل ودماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے' اور جب ہم شاعر مذکور کے حاصل قصیدہ شعر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسے اشعار ایک قصیدہ میں ایک سے زائد نظر آتے ہیں' اور بعض اوقات ایسا شعر ایک مختصر قصیدے میں بھی جلوہ فگن ہوتا ہے۔

مقالہ کے نگران جناب ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس کی اس علمی و ادبی گفتگو کے بعد مقالہ نگار جناب ممتاز احمد سدیدی نے مقالہ کا خلاصہ بیان کیا' بعد ازاں پروفیسر ڈاکٹر محمد سعدی فرحود دوسرے مناقش نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا' اور انہوں نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا: مقالہ نگار نے عمدہ اور جدید موضوع اختیار کیا ہے اور امام احمد رضا خان کی عظیم شخصیت کے تعلق سے بحث اور تحقیق کے دوران علمی جواہر پارے حاصل کرنے میں کامیاب ہوا ہے' انہوں نے مزید یہ بھی کہا کہ امام احمد رضا خان ایک ایسے مسلم مجاہد تھے جو کہ عربی زبان و ادب سے اس لئے محبت کرتے تھے کہ وہ قرآن کی زبان ہے اور یہ بات انتہائی خوش کن ہے کہ ہندوستان میں مختلف اور متعدد ادارے ہیں جہاں عربی زبان و ادب کی تعلیم دی جاتی ہے اور بہت سے اسلامی علوم بزبان عربی پڑھائے جاتے ہیں' ہمیں یہ بات جان کر از حد مسرت ہوئی کہ جس وقت ہندوستان انگریزی حملوں کا شکار ہوا اس وقت اسلام اور عربی زبان سے محبت کرنے والوں کی فہرست میں امام احمد رضا کا نام اولیں نظر آتا ہے۔

ان کے بعد دوسرے مناقش جناب پروفیسر قطب یوسف زید مقالہ اور مقالہ نگار کے اوصاف میں یوں گویا ہوئے: ممتاز احمد ایک منفرد اور انتھک مقالہ نگار ہے، اس کی انفرادیت اختیار موضوع اور اس پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کرنے میں ظاہر ہوتی ہے، اس نے مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے موضوع کا صبر و تحمل کے ساتھ مطالعہ کیا ہے، کیونکہ موضوع اہم اور وسیع ہے وسیع بایں معنی کہ مقالہ نگار نے ایسے شاعر کا انتخاب کیا ہے جو کہ متعدد علوم و فنون میں مہارت رکھتا تھا' اس کی شاعری کے مختلف زاویے ہیں' ان تمام خوبیوں کے باوجود انہیں شہرت نہیں ملی بلکہ اہل ادب نے ان کی طرف اتنی توجہ نہیں دی کہ ہم انہیں پہچان سکیں' جبکہ مقالہ نگار نے ہمارے سامنے بلکہ اہل ادب کے سامنے اس عظیم شخصیت کو پیش کیا جس کو تاریخ نے نسیان کے پردے میں چھپا رکھا تھا' اس عظیم کارنامہ کے لئے مقالہ نگار شکریہ کا مستحق ہے' یہ مقالہ اپنے مشمولات کے ساتھ ہمارے لئے مسرت کا باعث بنا ہے، کیونکہ یہ ہمیں ایک ایسی شخصیت سے

متعارف کراتا ہے جو عصر حاضر کی اسلامی تاریخ میں عظمت و بزرگی کی مالک ہے' عالم عرب و اسلام کو امام احمد رضا خان جیسی عظیم شخصیتوں سے متعارف ہونے کی بہت ضرورت ہے تاکہ امت مسلمہ میں ہم آہنگی ہو سکے۔

مناقشہ تقریباً تین گھنٹہ تک جاری رہا' مناقشین نے مقالہ نگار کو تعریفی و تنقیدی کلمات سے نوازا' پھر مناقشہ کے اختتام پر حاضرین کو تھوڑی دیر کے لئے ہال سے باہر جانے کو کہا گیا' مختصر وقفہ کے بعد حاضرین ایک بار پھر اپنی اپنی جگہوں پر جا بیٹھے' بعد ازاں مقالہ کے نگران جناب ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے یہ اعلان سنایا کہ مناقشہ کمیٹی نے متفقہ طور پر مقالہ نگار کو عربی ادب میں بدرجہ امتیاز (Excellent) ایم فل کی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا ہے' یہ اعلان سنتے ہی سامعین میں فرحت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور اس طرح یہ دن ایک تاریخی حیثیت اختیار کر گیا۔

مناقشہ کے کچھ عرصہ بعد حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب قبلہ مصر تشریف لائے' اور انہوں نے الازہر یونیورسٹی کے کانفرنس ہال میں منعقد ایک جلسہ میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی جانب سے مقالہ کے نگران جناب ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس کو امام احمد رضا ایوارڈ سے نوازا' نیز انہوں نے الازہر یونیورسٹی کے دیگر دو اور اساتذہ جناب پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری اور جناب ڈاکٹر حازم محمد محفوظ کو ان کی خدمات رضویات پر گولڈ میڈل عطا کیا۔

حالیہ ایام میں جناب ممتاز احمد سدیدی صاحب حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کی عربی شاعری پر پی-ایچ-ڈی کر رہے ہیں' جبکہ بنگلہ دیش کے ایک ریسرچ اسکالر جناب سید جلال الدین صاحب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی میدان عقیدہ و تصوف میں کردہ خدمات پر قاہرہ یونیورسٹی میں ایم فل کا مقالہ لکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور اسلام و مسلمین کی عظیم خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر سید حازم محمد محفوظ (استاذ شعبۂ اردو جامعہ ازہر) کی رضویات کے سلسلے میں مساعی جمیلہ:

۱.....بساتین الغفران

عربی دیوان: امام احمد رضا بریلوی، جمع وترتیب: سید حازم محمد محفوظ ۱۹۹۷ء

۲.....الدراسات الرضویه فی مصر العربیة

تالیف: سید حازم محمد محفوظ

۳.....احمد رضا خان و العالم العربی

تالیف: سید حازم محمد محفوظ ۱۹۹۸ء

۴.....احمد رضا خان فی الصحافة المصریة

تالیف: سید حازم محمد محفوظ ونبیلہ اسحاق چودھری ۱۹۹۹ء

۵.....المنظومة السلامیة فی مدح خیر البریة (سلام رضا کا عربی ترجمہ)

اردو سے عربی میں نقل کیا: سید حازم محمد محفوظ ۱۹۹۹ء

ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے عربی میں نظم کیا اور مقدمہ لکھا

۶.....صفوة المدیح (حدائق بخشش کا منظوم ترجمہ)

سید حازم محمد محفوظ .... ڈاکٹر حسین مجیب مصری ۲۰۰۱ء

۷.....الکتاب التذکاری ..... مولانا الامام احمد رضا خان،

(بمناسبة مرور ثمانین عاما هجریة علی رحیله) ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور صلوٰۃ وسلام ہو کائنات کی سب سے بہترین شخصیت پر۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد، مجھے (محمد عبد الحکیم شرف قادری کو) سید وجاہت رسول قادری صاحب (صدر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی) کی رفاقت میں عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم اسلامی یونیورسٹی جامعۃ الازہر الشریف میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ اس عظیم یونیورسٹی کو صبح قیامت تک سلامت رکھے اور اسے اسلام کا مضبوط ترین قلعہ بنائے۔ ہم اس یونیورسٹی کے بارے میں ایسی اچھی خبریں سنتے رہے تھے کہ ہمارے دل خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے، ہم نے الازہر الشریف کی اسلامی رواداری' اعتدال پسندی کے بارے میں سن رکھا تھا، نیز اس انتہا پسندی سے نفرت کے بارے میں بھی سنا تھا جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتحاد نصیب فرمائے اور الازہر مسجد اور یونیورسٹی میں خیر وبرکت عطا فرمائے۔

ہم مصر میں قیام کے دوران شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کے خواہش مند تھے جیسے کہ ہمیں الازہر الشریف اور اس کے علماء کی زیارت کا اشتیاق بھی تھا اس کے علاوہ ان تین مصری اساتذہ کی عزت افزائی بھی ہمارے پروگرام میں شامل تھی جنہوں نے برصغیر کے بہت بڑے صوفی شاعر مولانا احمد رضا خان کے بارے میں علمی کام کئے تھے' حضرت مولانا اسلامی اور عربی علوم کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال ادبی صلاحیتوں کے بھی مالک تھے اس لئے آپ فقیہ' مفتی' محدث' شاعر' دینی مصلح اور بہت سی علمی کتب کے مولف کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔

ہم ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ مطابق ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو دل میں الازہر الشریف کی زیارت

کا شوق لئے ہوئے مصر پہنچے اس کے علاوہ ہم ان اہل بیت اور اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت کے بھی مشتاق تھے جن کے دم قدم سے سرزمین مصر نور کی برسات سے نہال ہوئی ہے۔

ہمارے قاہرہ پہنچنے کی خبر قاہرہ کے ایک میگزین الموادا لعربی شمارہ نمبر ۱۲۵ بروز بدھ بتاریخ ۹۹-۹-۸ء میں یوں شائع ہوئی: اس ہفتے سید وجاہت رسول قادری -صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری - شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور - قاہرہ پہنچے یہ پاکستانی وفد پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی - شیخ الازہر - اور ڈاکٹر نصر فرید واصل - مفتی مصر - سے ملاقات کرے گا۔

اور ۵ رجمادی الآخرۃ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۴ ارستمبر ۱۹۹۹ء کو الامام الاکبر جناب شیخ الازہر سے ملاقات ہوئی، ہم نے انہیں ایک بااخلاق عالم پایا ان کی طبیعت میں قدیم علماء کی سادگی اور وضع داری ہے، ہماری ان سے ملاقات تقریباً نصف گھنٹہ جاری رہی' ملاقات کے آغاز میں ہم نے انہیں الازہر الشریف کے بارے میں پاکستانی عوام کے نیک جذبات پہنچائے' اور انہیں بتایا کہ پاکستانی عوام و خواص دوبارہ ان کی زیارت کے مشتاق ہیں' کیونکہ وہ اس عظیم یونیورسٹی اور اس کے عظیم شیخ کو بڑی محبت اور عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس عظیم دانشگاہ کو اپنی حفاظت میں رکھے' الازہر الشریف کا پوری امت اسلامیہ پر بڑا احسان ہے' اس احسان کا جب بھی ذکر ہوگا الازہر کا شکریہ ادا کیا جائے گا کیونکہ یہاں عالم اسلام کے نوجوان تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں' اور ان کے دلوں میں علم اور میانہ روی کی محبت پیدا کی جاتی ہے۔

ہم نے جناب شیخ الازہر صاحب کو امام احمد رضا خان بریلوی کی بعض عربی تالیفات پیش کیں' اور بعض کتابیں امام اہل سنت کی زندگی کے بارے میں بھی پیش کیں' اسی طرح ہم نے ان سے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز قاہرہ مصر میں تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں پروگرام منعقد کرنے کی بھی اجازت چاہی تو شیخ الازہر صاحب نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور بشرط فرصت شرکت کا وعدہ بھی فرمایا، اسی طرح ہم نے ان سے

درخواست کی کہ ہمیں جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور' اور جامعہ امجدیہ کراچی کے لئے ازہری اساتذہ دے جائیں تو انہوں نے اسی وقت ان دونوں درخواستوں پر دستخط ثبت فرمائے' اور ملاقات کے آخر میں ہمیں ڈھیر ساری کتابیں عنایت فرمائیں جن میں ڈاکٹر صاحب کی اپنی تفسیر بھی شامل تھی' اسی طرح ہم شیخ الازہر صاحب کے عظیم الشان دفتر سے واپس آئے اور ہمارے دلوں میں الازہر الشریف اس کے شیخ اور اس کے علماء کی محبت میں اضافہ ہو چکا تھا۔

ہماری اس ملاقات کی خبر ماہنامہ الازہر جزء رجب ۱۴۲۰ھ اکتوبر ۱۹۹۹ء میں یوں چھپی ہوئی: جناب شیخ الازہر نے اپنے دفتر میں سید وجاہت رسول قادری -صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی - اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری - شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور - اور ان کے ہمراہ آنے والے وفد سے بروز بدھ ۵ ر جمادی الآخرۃ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹-۹-۱۵ ملاقات کی' ڈاکٹر صاحب نے معزز مہمانوں کو الازہر الشریف میں خوش آمدید کہا اور معزز مہمانوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کی خصوصی توجہ کا شکریہ ادا کیا اور الازہر الشریف کی زیارت کے حوالے سے انتہائی خوشی کا اظہار کیا کیونکہ ان کے اور پاکستانی عوام کے دلوں میں الازہر الشریف کی بڑی قدر و منزلت ہے، اور یہی وہ شیریں چشمہ ہے جہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں' نیز گزارش کی کہ جامعہ نظامیہ رضویہ کو الازہر کے معہد القراءات تجوید اور قراءات کی تعلیم کے لئے قائم کردہ ادارہ کی طرز پر ایک ادارے کی ضرورت ہے' اور اسی طرح انہیں قرآنی علوم کے ماہرین کی ضرورت ہے' اس کے علاوہ انہوں نے شیخ الازہر صاحب کو لاہور میں امام احمد رضا کانفرنس میں شرکت کی دعوت بھی دی۔

ہم نے مصر کے مفتی ڈاکٹر نصر فرید واصل صاحب سے ملاقات کی بھی کوشش کی لیکن ان سے ملاقات نہ ہو سکی' ہمیں بڑی مسرت ہوتی اگر ہم ان کے ساتھ چند گھڑیاں مل بیٹھتے۔

ہم نے جامعۃ الازہر کی فیکلٹی آف لینگوجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو کا بھی دورہ کیا جہاں ڈاکٹر سید حازم محمد اردو پڑھاتے ہیں' انہوں نے ہی امام احمد رضا خان کا عربی

دیوان بساتین الغفران مرتب کیا اور سلام رضا کا اردو سے عربی نثر میں ترجمہ کیا اور پھر پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے اس نثری ترجمے کو عربی شعروں میں ڈھالا اور اسی طرح ڈاکٹر حازم صاحب نے امام احمد رضا خان -رحمۃ اللہ علیہ- کے بارے میں ایک کتاب شائع کی: ''مولانا احمد رضا خان کی رحلت پر اسی سال گزرنے کے حوالے سے'' جو ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے۔[1]

ہم نے جامعۃ الازہر کی فیکلٹی آف ہیومینیٹیز ﴿برائے طالبات﴾ میں قائم شعبہ اردو کا بھی مختصر سا دورہ کیا۔ ہم عین شمس یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لٹریچرز میں قائم شعبہ فارسی میں فارسی کے مصری اساتذہ سے بھی ملے نیز عرب دنیا کی سب سے بڑی لائبریری ''دارالکتب المصریۃ'' میں بھی گئے اور اس کے کئی ہال دیکھے یہ لائبریری دریائے نیل کے کنارے پر واقع اور سات منزلوں پر مشتمل ہے۔

ہمیں قاہرہ اور اسکندریہ میں اہل بیت کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ہم جہاں بھی گئے گرمجوشی سے ہمارا استقبال کیا گیا بطور مثال ہم پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا وہ استقبالیہ مضمون ذکر کرنا چاہیں گے جو ڈاکٹر حازم محمد صاحب کی کتاب ''مولانا احمد رضا خان بمناسبة مرور ثمانين عاما هجرية على رحيله'' میں شائع ہوا استقبالیہ درج ذیل ہے:

ماہ جمادی الاولیٰ کے آخر میں پاکستان سے دو جلیل القدر عالم مصر تشریف لا رہے ہیں،

---

[1] ڈاکٹر سید حازم کا ایک اور عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش کا عربی نثر میں ترجمہ کیا، جسے ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے نظم کے قالب میں ڈھالا، یہ ترجمہ صفوۃ المدیح فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وآل البیت والصحابۃ والاولیاء'' کے نام سے ۲۰۰۱ء میں مکتبہ دار الھدایۃ، قاہرۃ، مصر سے شائع ہوا، اس کی چند کاپیاں مکتبہ رضویہ داتا دربار مارکیٹ لاہور میں دستیاب ہیں۔ ﴿جولائی ۲۰۰۳ء شرف قادری﴾

سید وجاہت رسول قادری -صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا' کراچی- اور مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری -شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ' لاہور- شیخ الازہر' مصری علماء اور ادیبوں سے ملاقات کریں گے۔

بلاشبہ ان دو عالموں کی مصر میں آمد بڑی معنی خیز ہے' دونوں پاکستان کے عظیم عالم دین ہیں اور ان کا مصری علماء دین اور ادیبوں سے ملنا پاکستانی اور مصری علماء کے گہرے تعلق کا آئینہ دار ہے۔

ان دونوں مہمانوں کی آمد پاکستان اور مصر کے درمیان دین اور علم کے اعتبار سے محبت اور اخوت پر دلالت کرتی ہے' یہ دونوں مصر میں بعض علمائے دین اور ادیبوں سے بھی ملیں گے' اور ہمارے سچے دین نے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک کے مسلمانوں کے دلوں اور عقلوں کو ایک پیغام پر جمع کر دیا ہے' یہ دونوں اس حقیقت کی طرف رہنمائی کریں گے جو دین اور علم کے لئے یکساں سودمند ہوگی۔ ہم ان دونوں کی دینداری اور علم کے باعث ان پر نازاں ہیں' اور انہیں مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں' ان کا مصر میں آنا اتحاد بین المسلمین کی واضح دلیل ہے کیونکہ ایمان ہی انہیں ایک ملک ﴿مصر﴾ میں اور ایک پیغام ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ پر لا رہا ہے۔ بلاشبہ یہ اسلامی وحدت کی حقیقت ہے اور اسلامی دین اس وحدت کا موجد ہے' اور یہ وحدت کا واضح اور مضبوط مظہر ہے۔ ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں' اور ہم ان کے میزبان ہیں اور ان کی آمد کے تہ دل سے قدردان ہیں' اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ ان دونوں جیسے علماء کی تعداد کثیر فرمائے' یہ دونوں اسلامی عزت کے علمبردار ہیں' ہم اسلام پر فخر کرتے ہیں اور ان سے محبت اسلام کے باعث ہے' اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ان دونوں کی مصر میں آمد ہمارے اور مصر کے لئے بھلائی کا راستہ کھلنے کا سبب ہو' اور یہ راستہ ان دونوں کے علاوہ دوسرے پاکستانی علماء کے لئے بھی ہمیشہ کھلا رہے۔ ان دونوں کو خوش آمدید' دونوں ایمان میں ہمارے بھائی ہیں' اللہ تعالیٰ ایک لمبے فراق کے بعد ان کی فرقت کو دور فرمائے' اور اللہ کرے کہ مصر میں ان

کے بھائی ان کی پرخلوص ملاقات سے شادکام ہوں۔"

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے استقبالیہ کلمات کے بعد اب ہم الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں اردو زبان و ادب کے مصری استاذ ڈاکٹر حازم محمد کے استقبالیہ کلمات کا ذکر کرتے ہیں انہوں نے لکھا:

پاکستان سے معروف علماء دین کا مصر میں آنا مصر اور پاکستان کے درمیان اسلامی ہم آہنگی کا مظہر ہے ان کی آمد ازہر شریف کی زیارت اور شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی سے ملاقات کی خواہش ان لوگوں کی مصر سے محبت پر دلالت کرتی ہے۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء میں پاکستان سے دو ممتاز اسلامی شخصیات قاہرہ پہنچ رہی ہیں جن میں سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی) اور علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ) شامل ہیں یہ دونوں حضرات کچھ دن مصر میں قیام کریں گے اس دوران شیخ الازہر، مفتی الجمہوریہ (مفتی مصر) نقیب السادة الاشراف (مصر میں سادات تنظیم کے سربراہ) شیخ المشائخ (مصر میں سلاسل طریقت کی تنظیم کے سربراہ) اور دیگر دینی و ادبی شخصیات سے ملاقات کریں گے۔

علاوہ ازیں ازہر یونیورسٹی اور عین شمس یونیورسٹی کے اساتذہ اور اردو زبان و ادب کے طلبہ سے ملاقات کریں گے جبکہ قاہرہ اور دوسرے شہروں میں واقع سیاحتی اور دینی آثار کا مشاہدہ بھی کریں گے ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

علامہ سید وجاہت رسول قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے دوسرے صدر ہیں ان کی خصوصی دلچسپی کی وجہ سے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے کام میں عالمی سطح پر نمایاں اضافہ ہوا ہے علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں انہوں نے کئی

کتابوں کا عربی سے اردو اور فارسی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے وہ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی مشہور درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں اردو، عربی اور فارسی میں تقریر و تحریر کا تجربہ رکھتے ہیں ہم انہیں الازہر کے وطن مصر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔

اس طرح ہم اس سفر سے لطف اندوز ہوئے یہ سفر علمی اور روحانی اعتبار سے انتہائی مفید اور خوش کن تھا یہ دن بھلائے نہیں جا سکتے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ الازہر یونیورسٹی کو ہمیشہ علماء اور طلبہ کے ساتھ آباد رکھے نیز اسلام اور مسلمانوں کے لئے اس کی حفاظت فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دوبارہ الازہر شریف میں حاضری کی سعادت عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تین مصری محققین کا اعزاز

جامعہ ازہر شریف میں منعقد ہونے والی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال جس میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے مصر کے تین محقق اساتذہ کو رضویات کے موضوع پر قابل قدر کام کرنے کی بناء پر گولڈ میڈل پیش کیا۔

تحریر: محمد عبدالحکیم شرف قادری ترجمہ: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر: محمد عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، پاکستان

امام احمد رضا خان کی زندگی کے چند تابناک پہلوؤں کو اجاگر کرنے والا یہ پروگرام اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام تھا' اس میں امام احمد رضا خان کی شخصیت' فکر' اصلاحی کوششوں اور ان کے دینی وادبی کارناموں پر تحقیق کرنے والے تین اساتذہ کی عزت افزائی بھی شامل تھی۔

الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا ﴿قاہرہ﴾ نے ۱۹۹۸ء میں پاکستانی مقالہ نگار جناب مشتاق احمد شاہ کوان کے مقالے: ''الإمام أحمد رضا خان و أثره في الفقه الحنفي'' کے مناقشے کے بعد فقہ میں ایم فل کی ڈگری جاری کی' فاضل مقالہ نگار نے ڈاکٹر عبدالفتاح محمد النجار کی نگرانی میں مقالہ مکمل کیا' پھر الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ عربیک سٹڈیز ﴿برائے طلباء﴾ قاہرہ نے ہمارے سعادتمند بیٹے ممتاز احمد سدیدی کو ''الشیخ احمد رضا خان البریلوی الهندی شاعرا عربیا'' کے عنوان سے مقالہ لکھنے پر علمی مناقشہ کے بعد ۱۹۹۹ء میں عربی ادب اور تنقید میں ایم فل کی ڈگری جاری کی' اس مقالے کی نگرانی کے فرائض ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے سرانجام دیئے' اللہ تعالیٰ ان دونوں کو امام احمد رضا خان اور ملت اسلامیہ کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے' وہ واقعی برصغیر میں اسلام کی نامور شخصیات میں سے تھے۔

تین مصری اساتذہ کے اعزاز میں شیخ الازہر مدظلہ کی اجازت سے مورخہ ۲ رجمادی

الاخرہ ۱۴۲۰ھ/۱۴ ستمبر ۱۹۹۹ء کو جامعہ ازہر شریف کے شعبہ اردو میں فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز میں پروگرام منعقد ہوا' پروگرام میں پاکستانی سفارتخانے کی بعض شخصیات نے شرکت کی' اس کے علاوہ مصری' پاکستانی' بنگلہ دیشی اور ہندوستانی طلبہ نے بھی پروگرام میں شرکت کی' محفل کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا' قاری فیاض الحسن جمیل صاحب نے تلاوت کی' پھر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب نے نقابت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے کہا: ہم نے محفل کے آغاز میں خوبصورت تلاوت کلام پاک سنی' ہم اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اس اجتماع کو بہترین اور بابرکت بنائے' ہم اس ملاقات کے آغاز میں سب مہمانوں کو علیحدہ علیحدہ خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور اسے بھی جو آنا چاہتا تھا لیکن کسی مجبوری سے نہیں آسکا' ہم سب کو اھلاً و سھلاً کہتے ہیں' شہر قاہرہ ہمیشہ جستجو والوں کا کعبہ رہے گا' اور الازہر الشریف عالم اسلام کے جوانوں کے لئے اپنے بازو پھیلائے رکھے گا تاکہ وہ یہاں آکر علم حاصل کریں' اللہ کی پاک کتاب پڑھیں اور قرآن کی زبان سیکھیں' اور اپنے علم کے ذریعے قرآن پاک، سنت نبوی اور اپنے دین کا مختلف فنون میں مقالات وغیرہ کے ذریعے دفاع کریں' ہم سب کو مرحبا کہتے ہیں' ہم جب آپ کے لئے بازوؤں سے پہلے دل کھولتے ہیں تو بے اختیار کہتے ہیں: اے اللہ الازہر الشریف کا ہمیشہ نگہبان رکھنا' یہ اسلام کا ایک قلعہ ہے' اور ہم رب کریم کی بارگاہ میں یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ الازہر الشریف کو سازشی لوگوں سے محفوظ رکھنا' بے شک وہ بہت سننے والا' قریب' دعا کو قبول فرمانے والا اور دو عالم کا پالنے والا ہے۔

ہماری فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی ہے اور اسے اپنے ارادے سے دین کی حفاظت کا ایک ذریعہ بنایا' کیونکہ یہ فیکلٹی الازہر کے متعدد قلعوں میں سے ایک ایسا قلعہ ہے جو الازہر کو اس کے فرائض کی ادائیگی میں مدد دیتا ہے' اور الازہر کے قلعوں میں سے ایک وہ طالب علم بھی تھا جو فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز کے شعبہ عربی زبان وادب سے وابستہ ہوا تاکہ وہ ادب اور شعر کی پہنائیوں میں غوطہ زن ہو' یہ ادب اور شعر کی

عرب شاعر کا نہیں بلکہ ایک غیر عرب کا تھا جس نے عجمی ہوتے ہوئے روانی سے عربی بولی اور اس خوبصورتی سے عربی شاعری کی کہ مذکور مقالہ نگار اس غیر عربی شاعر کی عربی شاعری کو اپنے مقالے کا موضوع بنانے اور اپنے اس مقالے کی بناء پر عربی ادب اور تنقید نگاری میں ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔

میں اپنے ہم منصب اساتذہ کو اھلاً و سھلاً کہتا ہوں جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے ہماری عزت افزائی کی' اور ان اساتذہ کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں جن کی ہم گفتگو سنیں گے ہماری بڑی خواہش تھی کہ اس فیکلٹی کی زینت ڈاکٹر محمد السعدی فرحود بھی ہمارے درمیان ہوتے، لیکن وہ سفر پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خیر و عافیت اور صحت کے ساتھ واپس لائے۔ لیکن وہ ہمارے درمیان اس فیکلٹی کی شان ڈاکٹر فوزی عبدِ رَبّہ کو چھوڑ گئے ہیں تاکہ ہم ان کی اچھی گفتگو سے لطف اندوز ہوں' میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ تشریف لائیں اور ہمیں اپنی قیمتی گفتگو سے سرفراز کریں۔

خطاب ڈاکٹر فوزی عبدُ رَبّہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے' اور صلوٰۃ و سلام ہو سب رسولوں سے افضل ذات اور تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت ہستی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ پر اور ان کی آل اور صحابہ پر' اور روز قیامت تک ان لوگوں پر جنہوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو عام کیا اور سنت کو مضبوطی سے تھاما۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد: میرے لئے بہت سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ یہ پروگرام علم و ادب اور محیط سے خلیج تک پھیلے ہوئے اسلامی معاشرے کی نامور شخصیات میں سے تین منتخب شخصیات کے اعزاز میں منعقد ہے' سب سے پہلے پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب المصری' پھر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس' پھر ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ ہیں' ان حضرات نے معروف ہندوستانی شاعر مولانا احمد رضا خان کی شاعری اور فکر کے تابناک پہلو اجاگر کرنے کی کوششوں میں شرکت کی جو قابل ستائش ہے' ہماری فیکلٹی نے اس شاعر کے حوالے سے لکھے جانے والے مقالے: "الشیخ احمد رضا خان البریلوی الھندی شاعرا عربیا" کی بنیاد پر مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کو ایم فل کی ڈگری بھی عطا کی' مقالے کے نگران ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس تھے، جبکہ ان کا مناقشہ تین افراد پر مشتمل کمیٹی نے کیا' ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس (نگران)' ڈاکٹر محمد السعدی فرحود (اندرونی مناقش)' ڈاکٹر القطب یوسف زید (بیرونی مناقش)' فیکلٹی نے ممتاز احمد سدیدی کو ایم فل کی ڈگری امتیازی گریڈ کے ساتھ عطا کی' اللہ تعالیٰ اس طالب علم کو برکتوں سے مالا مال فرمائے' اور اس کی کوشش کو بروز قیامت اس کی نیکیوں میں شمار فرمائے۔

اس گفتگو کے آغاز میں میرے لئے بہت خوشی کی بات ہے کہ میں حاضرین کو خوش آمدید کہوں' بالخصوص پاکستانی ڈپلومیٹ شخصیات کو اس پروگرام میں خوش آمدید کہتا ہوں' اور میرے لئے یہ بھی انتہائی خوشی کی بات ہے کہ تین اساتذہ کی عزت افزائی کا یہ پروگرام فیکلٹی آف

اسلام اینڈ عربک سٹڈیز (برائے طلباء) قاہرہ میں ہو رہا ہے' اس فیکلٹی نے الازہر الشریف کی عزت و وقار میں اضافہ کیا ہے' کیونکہ قریب تھا کہ تخصص، اسلامی اور عربی علوم کے امتزاج کا خاتمہ کر دیتا (باقی ڈیپارٹمنٹ اور فیکلٹیاں صرف ایک تخصص میں محصور ہیں مثلاً فیکلٹی آف عربک' فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا' فیکلٹی آف اصول الدین (حدیث/تفسیر/عقیدہ) لیکن فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز میں باقی فیکلٹیوں کی بہ نسبت زیادہ تنوع ہے اس میں شریعہ' اصول الدین اور عربی کے منتخب مضامین پڑھائے جاتے ہیں)

الازہر الشریف فاطمی دور حکومت میں قائم کیا گیا تا کہ رسول اللہ ﷺ کی اس دانشگاہ کا تسلسل ہو جس کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی گئی تھی اور جہاں سے حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت علی بن ابی طالب اور امت مسلمہ کی دیگر نامور شخصیات نے تعلیم حاصل کی' ہم ان شخصیات کے آج تک مرہون منت ہیں' الازہر الشریف کا ایک حصہ (مسجد الازہر) عبادت کے لئے خاص ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس کی طرف دنیا کے مختلف ممالک سے مسلمانوں کے دل کھنچتے ہیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کا فہم اور نفع دینے والا علم حاصل کریں' اور جب طلبہ علم سے اپنے سینے روشن کر لیتے ہیں تو اپنے اپنے وطن واپس جا کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتے ہیں' یہ طلبہ اپنے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہوتے ہیں:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (ترجمہ) مومن سارے کے سارے تو نہیں نکل سکتے تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ان کے ہر بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا گروہ نکلتا تا کہ یہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب واپس ہوتے تو باقی قوم کو ڈر سناتے اس امید پر کہ وہ بھی ڈرتے۔

میں گفتگو کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا لیکن اختصار کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ عرب اور عربی ثقافت کا ہندوستان کے ساتھ (اور پاکستان بھی اسی زمرے

میں آتا ہے) قدیم تعلق ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے تک پہنچتا ہے' عرب ہندوستان میں تجارتی غرض سے آئے اور اسی دوران عرب اور ہند میں ثقافتی تعلق بھی قائم ہوا' بہت سے عربوں نے ہندوستانیوں سے علم حاصل کیا' انہی لوگوں میں سے حارث بن جلدہ ثقفی بھی ہے جو زمانہ اسلام سے پہلے طبیب کی حیثیت سے مشہور ہوا' اور جب اسلام کا سورج طلوع ہوا اور اس کا نور ظاہر ہوا تو لازمی امر تھا کہ اسلامی ثقافت اور فکر اس خطے (ہندوستان) کے دروازے پر دستک دے' اس طرح اسلامی فکر اور ثقافت ہندوستان پر اثر انداز ہوئی' اور اس تاثیر کا آغاز اموی دور میں محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ کے فتح ہونے سے ہوا' ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اسلامی فتح کے ساتھ ہی بہت سے عرب علماء اور ادیب سندھ آئے' ان میں سے ربیع بن صبیح البصری ہیں جو مشہور ترین محدث اور حدیث کے مشہور راویوں کی تدوین کرنے والے ہیں' اسی دور میں ہندوستان کے بہت سے علماء منظر عام پر آئے جنہوں نے اسلامی علوم میں گہرائی حاصل کی اور قرآن کریم کی زبان سیکھی' میں ان میں سے چند ایک کا ذکر کروں گا مثلاً ابو العطاء السندی' اور کتاب المغازی کے مؤلف ابو معشر جو فقیہ' عالم اور ادیب تھے' اور اسی طرح ابن الاعرابی جو عربی زبان و ادب کی نمایاں شخصیات میں سے تھے۔

غزنوی دور میں بھی عربی زبان کو بڑی اہمیت حاصل رہی' اس وقت لاہور اسلامی تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کا اہم مرکز بن گیا تھا' خاندان غلاماں کے دور حکومت میں بھی لاہور اسلامی ثقافت اور عربی زبان کی تعلیم کا مرکز رہا' ہندوستان میں حکومتیں بدلتی رہیں حتی کہ ہندوستان سے دو ملک اور معرض وجود میں آئے ایک پاکستان دوسرا بنگلا دیش' جیسے جیسے حکومتیں اور سیاسی نظام بدلے ویسے ہی علم و ادب اور عربی زبان کی تعلیم کی تحریکیں بھی برپا ہوئیں' یہاں میں صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا کہ صرف پاکستان میں تین ہزار جامعات اور مدارس دینی تعلیم اور عربی زبان کی تدریس کے لئے خاص ہیں' جبکہ چودہ سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں جہاں اعلیٰ سطح پر عربی زبان کی تدریس کا انتظام ہے' ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مراحل موجود ہیں' انہی

یونیورسٹیوں میں سے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی بھی ہے جو اسلام آباد پاکستان میں ہے۔

عصر حاضر میں پاکستان اور ہندوستان کی بہت سی نامور شخصیات عربی ادب اور شعری دنیا میں ظاہر ہوئی ہیں' ہم ان کی عربی شاعری کا عرب کے عظیم شعراء کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو عربی زبان پر مہارت اور دسترس کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ملتا' مثلاً سید سلیمان ندوی جو ہندوستان کے عربی شعراء میں سے ہیں' اور مولانا اصغر علی روحی جو پاکستان کے عربی شاعر ہیں' اسی طرح رحمت علی خان اور مفتی محمد شفیع' اور مفتی جمیل احمد تھانوی' اور ڈاکٹر ضیاء الحق صوفی اور دیگر بہت سے شعراء ہیں جو نہ صرف پاکستان بلکہ جنوب شرق ایشیاء میں ادبی اور لغوی تحریک پر اثر انداز ہوئے۔

آج فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربیک سٹڈیز ﴿برائے طلباء﴾ قاہرہ کو یہ اعزاز میسر آیا ہے کہ اس میں یہ پاکیزہ محفل منعقد ہے جس میں علماء اور ادباء برصغیر کے اسلامی شاعر مولانا احمد رضا خان کی یاد میں جمع ہیں' اللہ تعالیٰ ہمارے اس شاعر کو دین' عقیدہ اور قرآنی زبان کے لئے تمام خدمات پر جزائے خیر عطا فرمائے' اور ان علماء اور مفکرین کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس شاعر کی شاعری کے تابندہ رخ بے نقاب کئے' میں اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ ان سب حضرات کو صحت اور مزید ادبی خدمات کی توفیق عطا فرمائے' اور ان کی خدمات کو ان کی نیکیوں میں شمار فرمائے' اور صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ' ان کی آل اور صحابہ پر۔

میں دوبارہ آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں' آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت اور برکت نازل ہو۔

اس قیمتی گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے ڈاکٹر فوزی کی تاریخی اور ادبی گفتگو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ہم نے ایک پر مغز جامع اور بہت سے امور پر مشتمل گفتگو سنی' ایک اچھی استقبالیہ گفتگو جو بہت سے اسماء پر مشتمل تھی' اور میرے خیال میں ڈاکٹر فوزی صاحب نے پورے پاکستان ﴿کی عربی شاعری﴾ پر گفتگو کی ہے' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ہم اپنے شاعر ﴿امام﴾ احمد رضا خان کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے' انہوں نے بچپن علوم و فنون میں مہارت حاصل کی' شعر لکھا تو خوب لکھا' نثر لکھی تو موتی پروئے' اللہ تعالیٰ انہیں قرآن کی زبان اور عربوں کے ادب کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے: اگر آپ ان کا شعر سنیں تو آپ چاہتیں

گے کہ آپ کسی شعر کو ان کا نام بنا دیں جیسے کہ ان کا ایک مصرع ہے فالصبر مفزعنا و الله مرجعنا ﴿۱﴾ ﴿صبر ہماری جائے پناہ ہے' اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے﴾ اس مصرع میں حکمت و دانائی پورے عروج پر ہے' اور یہ بات اور بھی کئی جگہ موجود ہے' بالخصوص اس بحث میں جسے طالب علم ﴿ممتاز احمد سدیدی﴾ نے حاصل قصیدہ کے عنوان سے لکھا ہے' اور یہ خصوصیت ہمارے شاعر کے بلند ذوق پر دلالت کرتی ہے' ہم اپنے شاعر کے بارے میں جو کچھ بھی کہیں' پھر بھی ایک مجلس میں ہم اس کا حق ادا نہیں کر سکتے' لیکن ہم ابھی جن حضرات کی گفتگو سنیں گے وہ ایک سے زیادہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا مرتبہ و مقام ہے۔

اب ہم ایک بہت بڑی علمی شخصیت کی گفتگو سنیں گے' وہ تریسٹھ کتابوں کے مصنف ہیں' ان کی بعض کتابیں ضخیم ہیں اور بعض کتابیں مشرقی زبانوں کے درمیان مقارنہ پر مشتمل علمی تحقیقات ہیں' انہوں نے قابل قدر علمی کام کیے ہیں' اس کے علاوہ کئی نسلوں کو علم کی روشنی سے آشنا کیا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

انہوں نے صرف علم پر اکتفا نہیں کیا ﴿بلکہ ادب کی دنیا میں بھی نام کمایا ہے﴾ ان کے ہاں نازک خیالی اور اعلیٰ ذوق ہے' ان کی تصنیفات میں سے صرف چھ تو عربی دیوان ہیں' ایسا شخص قابل احترام ہے' وہ کبھی شمع روشن کرتا ہے اور کبھی پروانہ لاتا ہے' اور کبھی گلاب کے پھول پر بلبل

﴿۱﴾ یہ مصرع حضرت ڈاکٹر صاحب کو بہت پسند آیا' ڈاکٹر صاحب فرما رہے تھے کہ ہم مولانا احمد رضا کا نام لینے کی بجائے یہ بھی کہہ سکتے ہیں شاعر "فالصبر مفزعنا و الله مرجعنا" یعنی وہ شاعر جس نے یہ مصرع کہا ہے۔

کے چھلکنے پر کان دھرتا ہے۔ یہ دو کتابوں کے نام ہیں' شمع اور پروانہ' گلاب اور بلبل یہ دیوان شاعری نازک خیالی پر دلالت کرتے ہیں' میں اس ایک مجلس میں ان کا حق ادا نہیں کر سکتا' شاید میں ان کے علم' ذوق اور شعر کا اس وقت زیادہ ادراک کر سکوں جب وہ اس محفل کی مناسبت سے اپنے کچھ شعر سنائیں گے' اور پھر انگریزی میں گفتگو کریں گے تاکہ پاکستانی ایمبیسی کے لوگ اور پاکستانی حضرات ان کی گفتگو بخوبی سمجھ سکیں' میری یہ گفتگو ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے حوالے سے تھی' وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

خطاب ڈاکٹر حسین مجیب مصری

ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کے اس تعارف اور ان کی ادبی خدمات کی ستائش کے بعد ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے دونوں مہمانوں سید وجاہت رسول قادری اور راقم الحروف کو خوش آمدید کہا' انہوں نے بسم اللہ اور بارگاہ رسالت مآب میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے بعد کہا:

ہم آپ دونوں کو محبت بھرا اسلام پیش کرتے ہیں' اور دل کی بات خاموشی سے کہتے ہیں' ہم ایک قبلہ پر جمع کئے گئے ہیں' ہمارے لئے بشارت اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے' ہمارے سینے پر روشنی کا تمغہ ہے' یہ سورج ہے جو مشرق و مغرب میں چمک رہا ہے، اس کی روشنی زمانے کے آخر تک ہے، جو سورج حاصل کرے کیا وہ بھی محو ہو سکتا ہے اور چھپ سکتا ہے؟ ہدایت کے دین کے سبب یہ اپنے آسمان میں بلند ہے اور ہمارا ایمان بہترین اصحاب کو جمع کرنے والا ہے۔

اس کے بعد انگریزی میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: محترم مہمان حضرات! میں آپ کی وسیع الظرفی سے بہت متاثر ہوا ہوں' اور یہ بات میرے لئے اجنبی نہیں' میں نے کئی پاکستانی شہر دیکھے ہیں جیسے اسلام آباد' لاہور اور کراچی جہاں مسلمان بھائیوں نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا' اور اس محبت پر میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو ابل پڑے' تب سے اب تک میں

نے پاکستان اور اس کی ثقافت کے بارے میں چودہ کتابیں لکھی ہیں' میں نے ان کتابوں میں علامہ محمد اقبال' مولانا الطاف حسین حالی اور مولانا احمد رضا خان کی حیات اور افکار پر روشنی ڈالی ہے' اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ آغاز ہے' اور مجھے خوشی ہے کہ میرے شاگرد میرے نقش قدم پر چل رہے ہیں' اور آخر میں پاکستان کے حوالے سے یہ کہتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک پاکستان کا وفادار رہوں گا' میرے پاس ایسے کلمات نہیں ہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کروں' لیکن میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری کی اس عمدہ گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب نے سید وجاہت رسول قادری کو یوں گفتگو کی دعوت دی' ہم نے ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کی گفتگو سنی' ہم ان کے اشعار اور پاکستانی حضرات کے لئے خصوصی گفتگو پر شکریہ ادا کرتے ہیں' اور اب ہمارے معزز مہمانوں کی باری ہے' ہم ڈاکٹر فوزی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بعض مہمانوں کا خصوصی ذکر کیا' لیکن ان مہمانوں میں سے دو حضرات رہ گئے ہیں' ہم ان کا بھی ذکر کریں گے تاکہ انہیں گفتگو کا موقع دیا جائے' آج ہم نے جن مہمانوں کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے ان میں سے دو مہمان قابل ذکر ہیں' پہلے مہمان سید وجاہت رسول قادری اور دوسرے فاضل عالم مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ہیں جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں' ہم سب کو خوش آمدید کہتے ہیں' اگر ہم سب پاکستانیوں حاضرین کے نام جانتے تو سب کا ذکر کرتے' لیکن ہم تمام پاکستانیوں کو سلام پیش کرتے ہیں' پاکستان وہ ملک ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا پرچم لیکر دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوا' اور مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ کی حمایت کی' مولانا اور بھی صاحب سیاسی و غیر سیاسی نظریات کے مالک تھے' صرف شاعری نے ہی آپ کو اپنی طرف نہیں کھینچا بلکہ مختلف علوم و فنون نے آپ کو اپنی طرف ملتفت کیا' عجیب بات یہ ہے کہ مولانا اگر کسی علم میں گفتگو کریں تو آپ

کو محسوس ہوگا کہ انہیں اس علم میں تخصص حاصل ہے' اللہ تعالیٰ ان کو اپنی وسیع رحمت سے نوازے' اور انہیں ان سے محبت کرنے والے تمام قارئین کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے' اب ہم سید وجاہت رسول قادری صاحب کی گفتگو سنیں گے' وہ تشریف لائیں اور اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں۔

خطاب سید وجاہت رسول قادری

اس خوبصورت تمہید کے بعد سید وجاہت رسول قادری تشریف لائے اور انہوں نے درج ذیل گفتگو کی:

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور انتہائی رحمت والا ہے' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے' اور جس نے انسانوں اور جنات کی ھدایت کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے' صلوٰۃ وسلام ہو سب انبیاء اور رسولوں کے سردار اور ان سب سے افضل ہستی ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ پر اور ان کی آل اور صحابہ پر' اور روز قیامت تک ان کی پیروی کرنے والوں پر۔

یہ بہت ہی پر مسرت گھڑیاں ہیں کہ میں مصری یونیورسٹیوں کے اساتذہ سے بالعموم اور جامعۃ الازہر کے اساتذہ سے بالخصوص ملاقات کر رہا ہوں' پاکستانی معاشرہ علم وادب کے میدان میں نام کمانے والے مصری اساتذہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے' اور ہم مصر کے دورے پر اس لئے آئے ہیں تاکہ تین اہل علم فضلاء اور محققین کو گولڈ میڈل پیش کریں' یہ تینوں حضرات اگرچہ میڈلز سے برتر ہیں لیکن یہ میڈل ہمارے دلوں میں ان حضرات کے احترام کی ایک علامت ہے۔

امام احمد رضا عظمت والے مصلحین' ادیبوں اور مصنفین میں سے تھے' انہوں نے ایک عظیم علمی اور ادبی خزانہ یادگار چھوڑا ہے' یہ عظیم اسلامی ورثہ پاکستان' بنگلہ دیش' ہندوستان اور انگلینڈ میں بعض اداروں کے قیام تک گوشہ گمنامی میں تھا' ان اداروں کا مقصد امام احمد رضا کے عظیم ورثے کو منظر عام پر لانا تھا' ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی/ اسلام آباد بھی

انہی اداروں میں سے ایک ہے جس کی بنیاد مرحوم سید ریاست علی قادری نے ۱۹۸۰ء میں رکھی' یہ ادارہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نگرانی میں سرگرم عمل ہے' اور بحمد اللہ ہم تھوڑے سے عرصے میں بہت سے اہداف تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں' ہم نے امام احمد رضا کی فکر اور حیات سے متعلقہ کتابیں پاکستان اور بیرون ملک کی اہم لائبریریوں میں رکھوائی ہیں' اس کے علاوہ ہم نے بہت سے مقالہ نگاروں کو امام احمد رضا کی فکر اور زندگی سے متعلقہ مراجع مہیا کیے ہیں

ہم کچھ عرصہ سے پاکستان میں رضویات میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں' اور آج ہم اس پر مسرت تقریب میں تین مصری اساتذہ کو گولڈ میڈل پیش کر رہے ہیں' یہ میڈل ہمارے دلوں میں ان اساتذہ کی محبت اور عزت کی علامت ہیں' ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے امام احمد رضا کے سلام کو عربی نثر سے عربی شعر میں ڈھالا جب کہ سلام کا عربی نثر میں ترجمہ جناب حازم محمد احمد محفوظ صاحب نے کیا' ہم اس عظیم علمی کام پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں (۱) اس طرح دونوں حضرات نے برعظیم کے ایک عالم کو المنظومۃ السلامیۃ کے ذریعے عالم عرب تک پہنچا دیا بلاشبہ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے' اور امام احمد رضا جو معاصر عرب دنیا میں غیر معروف تھے ایک مرتبہ پھر اپنی معتدل فکر' اور علمی وادبی کاوشوں کی بنا پر متعارف ہو گئے ہیں' اللہ تعالیٰ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کو صحت وعافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ (۱)

ہم پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے پاکستانی مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی کے مقالے ''الشیخ احمد رضا البریلوی الهندی شاعرا عربیا'' کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیئے' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور ہم جناب سید حازم محمد احمد صاحب کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مصر کے علمی اور ادبی حلقوں میں امام احمد رضا کے تعارف کی ذمہ داری اٹھائی ہے' اللہ تعالیٰ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱؎ اب تو حدائق بخشش کا منظوم ترجمہ ''صفوۃ المدیح'' بھی قاہرہ سے چھپ چکا ہے' حدائق بخشش کا عربی نثر میں ترجمہ سید حازم محمد نے کیا' اسے ڈاکٹر حسین مجیب نے نظم کیا۔ ۱۲ قادری غفرلہ

اور ہم مصری اساتذہ کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور ہمیں گرمجوشی سے خوش آمدید کہا' میں خصوصی طور پر الامام الاکبر شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی کا ذکر کروں گا' جنہوں نے ملاقات کے دوران بشرط فرصت اس پروگرام میں آنے کا وعدہ بھی کیا تھا' اللہ تعالیٰ انہیں اسلام' مسلمانوں اور ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح ہم پروفیسر ڈاکٹر محمود السید شیخون ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عربک سٹڈیز ﴿برائے طلبہ﴾ قاہرہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس فیکلٹی میں پروگرام کی اجازت دی اور ہم ڈاکٹر فوزی عبد ربہ کے بھی شکر گزار ہیں۔

ہم پاکستانی ایمبیسی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہمارے اس پروگرام میں چند حضرات کو پاکستانی حکومت اور عوام کے دلوں میں موجود الازہر یونیورسٹی' مصری اہل علم اور مہمان نواز مصری عوام کے متعلق نیک جذبات کے اظہار کے لئے بھیجا' اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ ﴿اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں﴾

اور آخر میں ہم جامعۃ الازہر' جامعۃ عین شمس' جامعۃ القاہرۃ سے تشریف لانے والے اساتذہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں' اور اسی طرح ہم تمام حاضرین کے شکر گزار ہیں جنہوں نے تشریف لا کر ہمیں اعزاز بخشا' اور اول و آخر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے' اور اللہ تعالیٰ صلوٰۃ و سلام بھیجے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ' آپ کی آل و صحابہ پر۔

حضرت سید وجاہت رسول قادری کی گفتگو کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے اگلے مقرر کے لئے درج ذیل تمہید باندھی:

اب دوسرے مہمان کی باری ہے' میں ان کے ساتھ پہلی ملاقات پر اپنے جذبات بیان کرتا ہوں' وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ ۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو قاہرہ آئے اور اگلے ہی دن میں ان سے ملا تو میں نے ملاقات کی گرمجوشی سے محسوس کیا کہ میں انہیں کئی سالوں سے جانتا ہوں اور اگر میں ان سالوں کے عدد کو اتنا بڑھا دوں کہ وہ مجھے بوڑھا ظاہر کریں تو بھی مبالغہ نہ ہوگا' میں جب ان سے

گلے ملا تو میں نے محسوس کیا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو طویل عرصہ سے جانتے ہیں لیکن ملاقات آج ہوئی ہے' میرا اشارہ مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب کی طرف ہے جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور پھر الازہر کا احسان ہے، جب بھی الازہر کا ذکر ہوتا ہے مجھے رسول کریم ﷺ کا فرمان یاد آجاتا ہے آپ نے فرمایا من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین "اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا فرما دیتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے الازہر کو خیر سے جو حصہ عطا فرمایا اور مجھے اس عظیم یونیورسٹی کے فرزندوں میں سے ایک بنایا اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ اللہ تعالیٰ کے کرم پر اس کی حمد و ثناء ہے، اللہ تعالیٰ الازہر کی عزت، منفعت اور رفعت کو تمام مسلمانوں کے لئے ہمیشہ سلامت رکھے، اور الازہر کو اس کا فریضہ سرانجام دیتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے بے شک وہ بہت سننے والا اور قریب ہے، اب ہم مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کی گفتگو سنیں گے، ان سے گزارش ہے کہ تشریف لائیں۔ (۱)

﴿۱﴾ ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس بہت ہی عمدہ اور نفیس طبیعت کے مالک ہیں' پہلی مرتبہ ہی ایسی محبت سے ملے جو زندگی بھر فراموش نہ ہو سکے گی' اور انہوں نے عزیزم ممتاز احمد سدیدی کو بھی ہمیشہ بہت شفقت دی ہے' ڈاکٹر صاحب نے اپنے گھر میں ہماری بہت پر تکلف دعوت کی اور جب ہم ان کے گھر گئے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ایسے لگتا ہے ہم ایک دوسرے کو سو سال سے جانتے ہیں، لیکن ملاقات بہت عرصے کے بعد آج ہو رہی ہے' میں نے جب ڈاکٹر صاحب اور ان کی اہلیہ سے کہا کہ میں اور ممتاز احمد کی والدہ آپ دونوں کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمارے بیٹے کو بہت شفقت دی ہے تو دونوں نے بیک آواز کہا یہ ہمارا بیٹا بھی تو ہے' اور عزیزم ممتاز احمد نے بتایا کہ چونکہ ڈاکٹر صاحب پہلی مرتبہ میرے ہی مقالے کے نگران مقرر ہوئے ہیں اس لئے ڈاکٹر صاحب بعض اساتذہ کو میرے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ میرا پہلوٹھی کا بیٹا ہے' ڈاکٹر صاحب نے شفقت کا حق ادا کر دیا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے' ان کا سایہ تا دیر سلامت رکھے اور ان کی اولاد کو دینی' دنیوی اور اخروی کامیابیاں عطا فرمائے ۱۲ اشرف قادری

راقم الحروف کی گفتگو

ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب نے اپنے نیک جذبات ایک ایسے شخص کے حوالے سے بیان کیے جس سے ان کی پہلی ملاقات ہو رہی ہے انہوں نے مجھے دعوت گفتگو دی تو میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درج ذیل گفتگو کی۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اور صلوٰۃ وسلام ہو سب انبیاء اور رسولوں سے افضل ہستی پر اور ان کی پاکیزہ آل پر، اور ان کے ان سب صحابہ پر جو ہدایت کے ستارے ہیں، سب سے پہلے میں تمام ڈاکٹر حضرات کی خدمت میں جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ اور طلبہ کا سلام پیش کرتا ہوں بالخصوص اپنے استاذ محترم مفتی محمد عبدالقیوم قادری صاحب کا سلام پیش کرتا ہوں، میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ میں اس عظیم اور قدیم یونیورسٹی میں ان اساتذہ کے سامنے گفتگو کروں جو اس پروگرام میں تشریف لائے ہیں اور ان تین مصری اساتذہ کی تکریم کے لئے جمع ہوئے ہیں جنہوں نے برعظیم پاک وہند کے شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا خان پر تحقیقی کام کیا ہے، اور ان کا یہ اقدام عالم اسلام کے مشاہیر کی عزت افزائی ہے، اللہ تعالیٰ ان تینوں حضرات کو امام احمد رضا کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، امام احمد رضا نے بہت سے پاکستانی، بنگلہ دیشی اور ہندوستانی مقالہ نگاروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی ہے، اور ان میں سے کثیر مقالہ نگاروں نے امام احمد رضا کی شخصیت اور ان کی علمی وادبی کاوشوں پر کام کر کے مذکورہ بالا تینوں ملکوں کی یونیورسٹیوں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے، علاوہ ازیں رضویات نے یورپ کی بعض یونیورسٹیوں میں بھی مقبولیت حاصل کی، اور عرب ممالک کا قائد مصر پہلا ملک ہے جہاں اس عظیم شخصیت کی علمی خدمات کا بڑے اہتمام سے جائزہ لیا گیا، اور مصری یونیورسٹیوں میں الازہر نے سب سے پہلے اس شخصیت کے فقہی پہلو اور پھر ادبی پہلو پر تحقیق کا دروازہ کھولا، پہلے ۱۹۹۸ء میں پاکستانی مقالہ نگار مشتاق احمد شاہ صاحب کو فیکلٹی آف شریعہ اینڈ لا سے فقہ میں ایم فل کی ڈگری دی اور پھر دوسرے پاکستانی مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی

کو جولائی ۱۹۹۹ء میں عربی ادب اور تنقید میں فیکلٹی آف اسلامک اینڈ عریبک سٹڈیز سے ایم فل کی ڈگری دی۔

مولانا احمد رضا اپنے دور کی عبقری اور بے شمار صلاحیتوں کی مالک شخصیتوں میں سے ایک تھے وہ ان قلیل لوگوں میں سے تھے جنہوں نے علمی تحقیقات اور شعری جمالیات کو یکجا کر لیا تھا، ہم جب ان کے علمی ورثے پر نظر دوڑاتے ہیں تو انہیں پچپن علوم وفنون میں ماہر پاتے ہیں، اور اس بات کا اعتراف ان کے ہم عصر علمائے حرمین شریفین نے بھی کیا ہے، اور جب ہم ان کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ دلوں پر اثر انداز ہونے والے ایک منجھے ہوئے شاعر ہیں، انہوں نے چار زبانوں ﴿عربی، فارسی، اردو، پوربی﴾ میں شاعری کی ہے، اور تعجب کی بات تو یہ ہے کہ آپ نے ایک نعت میں ان چاروں زبانوں کو ایک خاص طریقے سے اکٹھا کر دیا، ہر شعر کا پہلا حصہ عربی اور فارسی پر جبکہ دوسرا مصرع پوربی اور اردو پر مشتمل تھا اور اس نعت میں کوئی تکلف نہیں اور پڑھنے والے کو اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا، مولانا احمد رضا خان کے عربی فارسی او اردو میں دیوان ہیں لیکن انہوں نے پوربی میں شاعری کی صلاحیت ہونے کے باوجود شاعری نہیں کی، اور یہ ان کے بارے میں بہت سی معلومات میں سے تھوڑی سی معلومات ہیں۔

حضرت مولانا کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے امت کی اصلاح اور نشاۃ ثانیہ کے لئے زبردست کوششیں کیں، اسی وجہ سے برعظیم کے بڑے بڑے اہل علم کی توجہ آپ کی طرف مبذول ہوئی، ہم صرف دو شخصیتوں کے تاثرات ذکر کرتے ہیں، بہت بڑے اسلامی شاعر ڈاکٹر محمد اقبال حضرت مولانا کے بارے میں کہتے ہیں: وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور برصغیر کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے، ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔"

اور اب ہم ایٹمی سائنسدان، اسلام اور مسلمانوں کے لئے فخر پروفیسر ڈاکٹر عبدالقدیر

خان کی رائے سنتے ہیں' ان کا کہنا ہے: "آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہندی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا' استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں' اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا کہ جس کی تصانیف' تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔"

وقت کی قلت کے باعث امام احمد رضا کی شخصیت کے متعدد پہلوؤں کے حوالے سے طویل گفتگو ممکن نہیں' اور بہت سے اہل علم نے امام صاحب کی علمی کاوشوں کے حوالے سے تحقیقات کی ہیں' اور اس وقت بھی اہل علم امام صاحب کی متعدد صلاحیتوں اور دینی اصلاح کے لئے کاوشوں پر کام کر رہے ہیں' اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اور آخر میں ان تینوں مصری اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی شخصیت پر کام کیا' جیسے کہ میں الامام الاکبر شیخ الازہر پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی' پروفیسر ڈاکٹر محمود السید شیخون ﴿فیکلٹی ڈین﴾ اور پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبد ربہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پروگرام کی اجازت دی' اسی طرح میں مصری یونیورسٹیوں کے اساتذہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اس پروگرام میں تشریف لائے' آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

راقم السطور کی گفتگو کے بعد پھر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے ہوئے امام احمد رضا اور مصری مفکر امام محمد عبدہ کے درمیان مشابہت بیان کرتے ہوئے کہا: ہم نے مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کی عمدہ گفتگو سنی' جب بھی امام احمد رضا خان اور دینی اصلاح کی طرف ان کے رجحان اور دینی اصلاح کو کسی اور اصلاح ﴿ڈاکٹر صاحب

کا اشارہ سیاسی اصلاح کی طرف تھا﴾ پر ترجیح دینے کا ذکر ہوتا ہے تو میں امام احمد رضا خان کے نظریے کو امام محمد عبدہ کے نظریے سے تشبیہ دیتا ہوں' دونوں ٹھنڈے دل سے سوچتے تھے' دونوں کا خیال تھا کہ امت کے حال زار کی اصلاح کے لئے دینی اصلاح مقدم ہے' جب اس کے دینی امور کی اصلاح ہو جائے گی تو امت اس کے بعد موجودہ ﴿سیاسی﴾ فساد کی اصلاح کے راستے پر خود چل پڑے گی' اس لئے کہ دینی اصلاح دلوں کی دنیا آباد کرنے' روحوں کی تہذیب اور انسانوں کی تربیت کا بہترین اور انتہائی اہم ذریعہ ہے۔

ڈاکٹر حسین مجیب مصری کے شاگردوں میں سے ایک فاضل محقق جناب محمود جیرۃ اللہ نے گفتگو کی اجازت چاہی ہے' ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

اس کے بعد جناب محمود جیرۃ اللہ صاحب نے درج ذیل گفتگو کی:

خطاب محمود جیرة الله

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان بہت ہی رحم والا ہے' تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ پر' اور آپ کی آل' صحابہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر' اور علم پر عمل کرنے والوں پر' اور اللہ کے نیک بندوں پر' اے میرے رب امام احمد رضا کی قبر پر رحمتیں نازل فرما جن کی محبت میں ہم یہاں جمع ہوئے ہیں' سب سے پہلے میں الازہر الشریف کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی نمائندگی پروفیسر ڈاکٹر محمد سید طنطاوی ﴿شیخ الازہر﴾ اور پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبد ربہ کر رہے ہیں' میں اپنی طرف سے اور اپنے استاذ محترم پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری کے سب شاگردوں کی طرف سے پاکستانی ایمبیسی سے تشریف لانے والے مہمانوں اور سید وجاہت رسول قادری' مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کو خوش آمدید کہتا ہوں' اللہ تعالیٰ ان کی عزت و عظمت میں اضافہ فرمائے' مجھے آج کے دن بہت خوشی ہے کہ تین اساتذہ کی عزت افزائی کی جا رہی ہے' پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری' ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس' اور ہمارے فاضل بھائی جناب حازم محمد جن کے ساتھ چند سالوں سے ملاقات کا شرف حاصل ہے'

میں نے انہیں امام احمد رضا خان کے حوالے سے ایک مقالہ بھی پیش کیا ہے' میں نے امام صاحب کو ایک فقیہ کے طور پر جانا ہے' میرے خیال میں امام صاحب بہت بڑے فقیہ تھے اور انہوں نے اپنے فتاوی کی صورت میں ایک عظیم فقہی ورثہ یادگار چھوڑا ہے' جس پر ہمارے عرب بھائیوں کو مطلع ہونا چاہئیے' یہ ضخیم فتاوی بارہ جلدوں پر مشتمل ہے اور ان تمام مسائل پر مشتمل ہے جو لوگوں کی زندگی اور آخرت سے متعلق ہیں' اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حضرت مولانا کی علمی خدمات کے صلے میں ان پر بے بہا رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں مسلمانوں کی طرف سے نیک جزا عطا فرمائے۔

مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کی عزت افزائی میری ذاتی عزت افزائی ہے اور ڈاکٹر صاحب کے تمام شاگردوں کی تکریم ہے' یہ ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کے سینے پر ایک نیا میڈل ہے' اور اس سے پہلے کتنے ہی میڈل ان کے سینے پر سجے' میں اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے علم، فہم اور اخلاق میں برکتیں عطا فرمائے۔

میں نے ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کے حوالے سے جو کچھ کہا وہ صرف اس لئے کہا کہ ان کی ماضی میں بھی علمی ادبی اور اخلاقی قدر و منزلت تھی اور اب بھی ہے' اور ان کی قدر و منزلت پر ہر اس شخص کو ناز ہے جس نے ان کی شاعری یا علمی کاموں پر تحقیق کی ہے' وہ اس تکریم بلکہ اس سے زیادہ کے مستحق ہیں' میں اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ان کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کر رہا ہوں' میرے خیال میں ہمارے زمانے کے اہل علم کے حالات ابتر ہیں' اور میں اساتذہ کرام سے گزارش کروں گا کہ وہ اس طرح کے پروگرام منعقد کرتے رہا کریں' اور ہر استاذ کو بھی چاہیے کہ وہ ہمیشہ علمی اقدار اور اخلاقی قدروں کا امین ہو' اور اسے چاہئے کہ وہ اپنے شاگردوں سے محبت کرے اور پوری کوشش کرے کہ اس کے پیچھے علماء کی نسلیں تیار ہوں' جیسے کہ میں اپنے طالب علم بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ بھی اپنے عظیم علماء کی عزت کریں' ہمارے زمانے میں کتنے ہی ایسے عظیم اور جلیل القدر نام ہیں جنہوں نے علم کی خدمت کی اور ان کے علمی کام ابھی تک بہترین شمار کئے جاتے ہیں لیکن ان کی توہین کی جاتی ہے' جیسے کہ ڈاکٹر رزق مری

صاحب نے فرمایا کہ اہل علم دھیمے لہجے میں بحث کیا کرتے تھے، اور یہ شخصیات دھیمے پن کے ساتھ ہی متصف تھیں، اسی لئے انہوں نے بڑے عظیم اثرات چھوڑے، اور اب تک بہت سے لوگ انہیں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، اس لئے ہم اپنے طالب علم بھائیوں سے گزارش کریں گے کہ علماء کی عزت کریں جو کہ عصر حاضر میں کم ہوتی جا رہی ہے، اور اپنی گفتگو کے آخر میں آپ کا شکریہ ادا کروں گا کہ مجھے اپنے جذبات کے اظہار کا موقع دیا، اور اللہ تعالی آپ سب کو توجہ سے میری گفتگو سننے پر جزائے خیر عطا فرمائے، آپ سب پر اللہ تعالی کی سلامتی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔

اس طرح جناب محمود حیرۃ اللہ نے اپنی گفتگو ختم کی' پھر ڈاکٹر رزق مری صاحب نے آخری مقرر کو گفتگو کی دعوت دیتے ہوئے کہا' میں محمود حیرۃ اللہ صاحب کو اطمینان دلاتا ہوں کہ استاذ اور شاگرد میں علم کا رشتہ ابھی تک موجود ہے' اگر محمود حیرۃ اللہ صاحب ہمارے ساتھ ممتاز احمد سدیدی کے مقالہ برائے ایم فل کے مناقشہ میں موجود ہوتے تو دیکھتے کہ ممتاز احمد سدیدی نے ہمارے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد السعدی فرھود کے بارے میں ''دادا استاذ'' ﴿۱﴾ کہا، کیونکہ وہ میرے استاذ ہیں' میں فیکلٹی آف عربک لینگویج میں ان کا شاگرد تھا' یعنی میں ڈاکٹر محمد السعدی فرھود کا تیس سال سے پہلے کا شاگرد ہوں' مجھے اب تک ان کی استاذیت' پدری شفقت اور لطف و کرم یاد ہے' میں ان کے احسانات کا شمار نہیں کر سکتا' اور میں تو ان بہت سے منتخب لوگوں میں سے ایک ہوں جنہیں ڈاکٹر محمد السعدی فرھود نے سرفراز کیا حتی کہ جب ہم اس پروگرام کی تاریخ طے کر رہے تھے تو ہمارے استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمود الشیخون کا خیال تھا کہ یہ پروگرام منگل کے روز ہو' اور جب ہم دن اور وقت طے کر چکے تو ہمیں پتہ چلا کہ اس دن تو ڈاکٹر محمد السعدی ایک مناقشہ کے لئے منصورہ ﴿۲﴾ میں ہوں گے' لہذا ہم نے طے کیا کہ پروگرام بدھ کے روز ہو تا کہ ہم استاذ

﴿۱﴾ عرب حضرات کے ہاں اس اصطلاح کے استعمال کا رواج نہیں ہے' اس لئے جب راقم الحروف نے یہ اصطلاح استعمال کی تو استاذ محترم ڈاکٹر رزق مری صاحب نے بڑی مسرت اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ﴿ممتاز احمد سدیدی﴾

﴿۲﴾ منصورہ مصری اضلاع میں سے ایک اہم ضلع ہے۔

محترم کی موجودگی سے شادکام ہوسکیں ﴿۱﴾ لیکن وہ ہمارے درمیان اپنی فکر، علمی سخاوت اور اپنے شاگردوں پر اپنی شفقت کے ساتھ موجود ہیں' میرے بھائی جیرۃ اللہ! ہماری فیکلٹی ابھی تک استاذ اور شاگرد کے رشتے کی لاج رکھے ہوئے ہے، اور یہ روایت ہماری فیکلٹی کے سر کا تاج ہے، فیکلٹی کا ہر استاذ طلبہ کو اپنی اولاد گمان کرتا ہے اور اگر کسی طالب علم کو رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے تو استاذ اسے الگ ٹائم بھی دیتا ہے، اور میں فیکلٹی کے کئی اساتذہ کو جانتا ہوں جو اپنے شاگرد کی رہنمائی کرتے ہیں، ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہمیشہ علم اور اپنے فضل وکرم سے مالا مال فرمائے، اور ہمارے درمیان اس تعلق کو باقی رکھے جو اپنے اہل کو جمع کرتا ہے، اسلام اور علم ﴿رحم مادر کی طرح﴾ وہ رحم ہیں جو اپنے اہل کو جمع کرتے ہیں، اب ہم بساتین الغفران کے محقق کی لطیف گفتگو سنیں گے۔

موصوف ہم سے پہلے مولانا احمد رضا کے شعر سے شادکام ہوئے، اور یہ ایک حقیقت ہے ہم چاہیں گے کہ ہم اپنے سعادت مند بیٹے ﴿۲﴾ حازم محمد احمد کی گفتگو سنیں:

خطاب ڈاکٹر سید حازم محمد احمد المحفوظ

ڈاکٹر رزق مرسی صاحب کی اس گفتگو کے بعد جناب حازم محمد احمد صاحب نے مندرجہ ذیل گفتگو کی:

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور بہت ہی رحم والا ہے' پروفیسر ڈاکٹر فوزی عبدربہ، اور محترم اساتذہ کرام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' میں اپنی گفتگو کے آغاز میں اپنے تمام اساتذہ کو خوش آمدید کہتا ہوں' خصوصا ڈاکٹر فوزی عبدربہ صاحب کو جنہوں نے پروگرام کی اجازت دی۔

﴿۱﴾ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد بوجہ خرابی صحت کی وجہ سے پروگرام میں تشریف نہ لاسکے تھے۔

﴿۲﴾ یہاں مصر میں طلبا اپنے اساتذہ کو "الاب الروحی" روحانی باپ کہہ دیتے ہیں' اور اسی نسبت سے اساتذہ بھی اپنے شاگردوں کو بیٹا کہہ دیتے ہیں' اس کے علاوہ طلبہ اور جونیئر اساتذہ بھی سینیئر اساتذہ کو "استاذنا الدکتور" ﴿ہمارے استاذ﴾ کہہ کر پکارتے ہیں۔

میں اسلامی جمہوریہ پاکستان سے آنے والے اپنے مہمان اساتذہ کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں' اپنے عظیم استاذ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری کو جو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں حدیث کے استاذ ہیں جہاں مجھے حاضر ہونے اور پڑھانے کا شرف حاصل ہوا' اسی طرح سید وجاہت رسول قادری صاحب کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر ہیں، میں پچھلے سال ﴿۱۹۹۸ء﴾ ادارہ کی طرف سے منعقد کی گئی امام احمد رضا کانفرنس میں حاضر ہوا تھا۔

الازہر الشریف کو بلاشبہ ہر سمت قیادت حاصل ہے اور اسلامی دنیا کی نامور شخصیات کو اسلامی دنیا اور مصر میں متعارف کروانے کا سہرا ازہری علماء کے سر جاتا ہے' میں اللہ تعالی کی حمد بیان کرتا ہوں کہ اس نے مجھے امام احمد رضا خان کا تعارف کروانے کی توفیق عطا فرمائی' میں نے ۱۹۹۵ء میں جب میں پاکستان میں تھا امام صاحب کا عربی دیوان ''بساتین الغفران'' کے نام سے مرتب کیا جس پر مقالہ نگار ممتاز احمد سدیدی نے مقالہ لکھ کر امام صاحب کی فکر اور شاعری کو اجاگر کیا۔

ہم ڈاکٹر حسین مجیب صاحب کا احسان نہیں بھول سکتے کہ انہوں نے امام احمد رضا کے عربی نثری ترجمہ کو نظم کے سانچے میں ڈھالنے کی ذمہ داری اپنے کندھے پر لی اور پھر ایک سو ستر شعروں میں سلام رضا کو ''المنظومة السلامية فی مدح خير البرية'' کے نام سے آسان اور عام فہم عربی میں عربوں اور پاکستان میں عربی سمجھنے والوں کے سامنے پیش کیا، ''المنظومة السلامية'' ہمارے جلیل القدر استاذ ڈاکٹر حسین مجیب مصری کا جلیل القدر شاہکار ہے اور اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں بھی استاذ محترم کی زیادہ کوشش شامل ہے۔

ہم امام احمد رضا کا تعارف عام کرنے میں ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب کا عظیم کردار بھی فراموش نہیں کر سکتے' انہوں نے ازراہ شفقت امام احمد رضا کی عربی شاعری کے حوالے سے لکھے جانے والے مقالے کی نگرانی قبول فرمائی' اور یہ مقالہ پانچ سو سے زیادہ صفحات میں مکمل

ہوا ﴿۱﴾ اور یہ مقالہ بلاشبہ ایک عظیم کام ہے، اور اس کا سہرا ہمارے استاذ ڈاکٹر رزق صاحب کے سر سجتا ہے۔ اور امام احمد رضا کا چرچا عام کرنے میں جو کردار میں نے ادا کیا وہ کچھ زیادہ نہیں ہے ﴿۲﴾ امام احمد رضا پاک و ہند کی نمایاں شخصیات میں سے ہیں، مصری یونیورسٹیوں الازہر الشریف، عین شمس، قاہرہ، اسکندریہ اور دیگر جامعات کے مقالہ نگاروں کو امام صاحب کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، امام احمد رضا خان کا علمی ورثہ متنوع ہے، ان کی تحریریں کئی زبانوں میں ہیں، انہوں نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی میں لکھا، اور یہ تنوع مقالہ نگاروں کو بھی تنوع مہیا کرے گا، اور انہیں ایک عظیم اسلامی ورثے کا تعارف کروانے کا موقع ملے گا، ہم امام احمد رضا کا مزید تعارف حاصل کرنا چاہتے ہیں، ہم مصری جامعات کے مقالہ نگاروں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس امام کی فکر، کردار اور تالیفات کا تعارف عام کریں۔

میں پاکستانی ایمبیسی سے آنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے پروگرام کو شرف بخشا، میں اپنے عظیم استاذ جناب سید وجاہت رسول قادری صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا شکریہ ادا کرتا ہوں، میں اپنے عظیم استاذ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مصر میں امام احمد رضا خان کے تعارف کے سلسلہ میں اپنے عظیم استاذ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اور اراکین ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا تعاون فراموش نہیں کرسکتا، اسی طرح حضرت مفتی محمد عبدالقیوم قادری ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور اس عظیم جامعہ کے اساتذہ کا تعاون بھی ناقابل فراموش ہے، اور جس نے بھی ہمارے ساتھ تعاون کیا، اور ہمیں کتابیں دی ہیں، یا بھیجی

﴿۱﴾ یہ مقالہ مؤسسة الشرف لاہور کی طرف سے چھپ گیا ہے، فالحمد للہ علی ذلک اور مکتبہ رضویہ داتا دربار مارکیٹ لاہور سے دستیاب ہے۔ صفحات 720 ہدیہ =/450﴿

﴿۲﴾ یہ ڈاکٹر حازم کی تواضع اور انکساری ہے ورنہ نہ صرف یہ کہ مصر میں ان کو اس میدان میں اولیت حاصل ہے بلکہ رضویات کے سلسلے میں ان کی عظیم خدمات ناقابل فراموش ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

ہیں، ان کتابوں نے ہمیں اور سب محققین کو امام احمد رضا کے بارے میں کچھ جاننے میں مدد دی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں مزید علمی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس کے ذریعے ہم اس عظیم امام کے ذکر کو تابندہ کرسکیں، اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو اور اپنی رحمت نازل فرمائے، اور آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل ہوں۔

اس طرح اظہار خیال کا سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا، اس کے بعد ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے درج ذیل گفتگو کی:

ہمارے لئے سعادت کی بات ہے کہ ہم پروگرام کے آخر میں سب کو خوش آمدید کہیں، اردو و عربی زبان جو اپنی تمام تر لطافت، آسانی اور روانی کے ساتھ کانوں سے پہلے دلوں میں جگہ بناتی ہے مولانا احمد رضا خان کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے کے بعد یوں مخاطب کرتی ہے: ''ہم نے پاکستانی مفکرین کے بارے میں ترجمہ کے ذریعے بہت کچھ جانا، لیکن آپ کے بارے میں ترجمہ کے ذریعے بھی جانا اور براہ راست اس عام فہم عربی کے ذریعے بھی جانا جسے آپ نے تحریر کیا'، ہم نے مولانا کو کسی مترجم کے بغیر براہ راست جانا ہے اس لئے عربی زبان امام احمد رضا کے فکر، ثقافت اور علم و فن کو سلام پیش کرتی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر وسیع رحمتیں نازل فرمائے۔ شاید ہم دوبارہ امام احمد رضا کے علاوہ کسی اور پاکستانی شخصیت کی فکر یا شعر کے حوالے سے ملاقات کریں ﴿۱﴾ اور یہ ملاقات غالباً جلد ہوگی، میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آپ سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ ﴿۲﴾

(۱) اگرچہ امام احمد رضا خان بریلوی کا مزار مبارک ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بریلی میں ہے لیکن غالباً پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب نے انہیں اس اعتبار سے پاکستانی مفکر قرار دیا ہے کہ امام صاحب نے دو قومی نظریہ کی حمایت اور متحدہ قومیت کی مخالفت کی تھی، اور یہ دو قومی نظریہ تھا جس کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا تھا۔ (مترجم)

(۲) اس کے بعد تینوں اساتذہ کو میڈل پہنائے گئے، ڈاکٹر حسین مجیب مصری صاحب کو جناب مفتی منیر (پاکستانی ایمبیسی میں طلب معاملات کے انچارج) نے پہنایا، ڈاکٹر رزق مرسی صاحب کو سید وجاہت رسول قادری صاحب نے میڈل پہنایا، جبکہ جناب حازم محمد احمد صاحب کو والد گرامی مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری نے میڈل پہنایا۔ (مترجم)

اور پروگرام کے خاتمے پر پاکستانی' بنگلہ دیشی اور ہندوستانی طلبہ نے سلام رضا کے چند اردو اشعار بڑی محبت اور روحانی کیفیت کے ساتھ پڑھے' اور دعا کے ساتھ امام احمد رضا کی فکر اور شخصیت کے متعلق مصر اور الازہر الشریف میں ہونے والا یہ پہلا پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا' امام احمد رضا خان کا شمار ہندوستان کے عظیم مصلحین میں سے ہوتا ہے اور انہیں تصوف کی نمایاں شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ انہیں اپنی وسیع جنتوں میں جگہ عطا فرمائے اور ان پر لامحدود رحمتیں نازل فرمائے۔

دعا کے بعد امام احمد رضا خان اور مسلمانوں کے علم کا نور بانٹنے والے ان تمام علماء کے لئے فاتحہ پڑھی گئی جو فانی دنیا سے رحلت فرما چکے ہیں' اور میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی مسلمان علماء کے لئے فاتحہ پڑھیں اور ایصال ثواب کریں' شکریہ۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری
کا
رضویات کے فروغ میں مخلصانہ حصہ

تحریر: علامہ منظر الاسلام' جامعہ ازہر شریف' قاہرہ مصر

اہل سنت و جماعت کے حلقہ میں حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کا نام کوئی نیا نہیں ہے' آپ نے اسلام اور سنیت کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہیں' رضویت کے فروغ میں جس قدر آپ کا حصہ ہے یہ کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ حضرت علامہ شرف قادری نے اہل سنت و جماعت کی نمایاں شخصیات پر کئی مضامین لکھے' بلکہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب ''تذکرہ اکابر اہل سنت'' بھی تصنیف فرمائی۔ اس کے علاوہ شخصیات پر آپ کی تحریریں جمع کی جا چکی ہیں جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ''نور نور چہرے'' اور ''عظمتوں کے پاسبان'' کے نام سے دو جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور باقی ابھی منتظر طباعت ہیں۔ الغرض حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے زندگی بھر قال اللہ وقال الرسول کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کی نمایاں شخصیات پر قلم اٹھایا' بالخصوص امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی تابناک زندگی اور اصلاحی فکر کو اجاگر کرنے کے لئے تحریر و طباعت کے علاوہ دیگر اہل قلم کی رہنمائی کی' خدائے پاک کو آپ کی یہ مخلصانہ کاوشیں کچھ اس طرح پسند آئیں کہ اس کے فضل و کرم سے آپ کی حیات میں ہی آپ کا تذکرہ تفصیل سے مرتب ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہو گیا اور یہ سعادت بہت ہی کم لوگوں کو میسر آتی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ العالی کے توجہ دلانے پر ان کے مرید مولینا محمد عبدالستار طاہر نے ''محسن اہل سنت'' کے نام سے آپ کا تذکرہ مرتب کر دیا جو چھپ کر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ مختلف ارباب قلم دانشوروں نے شرف قادری صاحب

کے بارے میں جو مختلف کتابوں میں تاثرات قلم بند کئے ان کا مجموعہ ''تذکار شرف'' کے نام سے چھپ چکا ہے، یہ بھی عبدالستار طاہر نے مرتب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء اہل سنت کی زندگیوں میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔(۱)

حضرت علامہ شرف قادری کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا ایک خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے، آپ کی تحریر عام فہم اور مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ فکر انگیز بھی ہوتی ہے۔ موجودہ دور میں ایسی ہی سنجیدہ، بامقصد اور دلنواز تحریروں کی ضرورت ہے۔ آپ نے امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی شخصیت اور ان کی فکر سے متعلق لاتعداد مضامین لکھے، درجنوں کتابوں پر مقدمے تحریر کئے۔ ''یاد اعلیٰ حضرت'' جیسی اہم کتاب تصنیف فرمائی۔ علاوہ ازیں رضویات کے باب میں آپ کی پانچ کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ﴿۱﴾ البریلویہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ﴿۲﴾ من عقائد اہل السنۃ (عربی) ﴿۳﴾ مقالات رضویہ ﴿۴﴾ عقائد ونظریات ﴿۵﴾ امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس بریڈ فورڈ۔

آپ نے اول الذکر دونوں کتابیں اس وقت تصنیف فرمائیں جب احسان الٰہی ظہیر نے بے بنیاد الزامات اور بہتان تراشیوں کے ذریعہ امام اہل سنت کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی۔ اس وقت حضرت علامہ شرف قادری نے امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے دفاع کا حق ادا کیا اور انتہائی متانت اور علمی اسلوب سے احسان الٰہی ظہیر کے اعتراضات کے جواب دئے۔

حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے تصنیف وتالیف کے علاوہ نشر واشاعت کے میدان میں بھی قدم رکھا اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان، علامہ فضل حق خیر آبادی، سید سلیمان اشرف بہاری، علامہ وصی احمد محدث سورتی کے علاوہ دیگر علماء اہل سنت کی کتب چھپوائیں، نشر واشاعت کا یہ سلسلہ اب تک جاری ہے، آپ نے مکتبہ قادریہ سے اپنی نگرانی میں جو کتب طبع

---

(۱) علامہ شرف قادری کی تصانیف اور تعارفی کتب مکتبہ رضویہ، داتا دربار مارکیٹ لاہور سے طلب کریں۔

کروائی ہیں ان کی ایک طویل فہرست ہے، لیکن دو کتابیں ''من عقائد اہل السنۃ'' اور ''بساتین الغفران'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے طباعتی معیار کے اعتبار سے بڑی عمدہ اور خوب ہیں، دیدہ زیب طباعت دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً ان کتابوں پر زر کثیر صرف کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب کی طباعت کتنے کٹھن مرحلوں کے بعد ہوتی ہے اس کا راقم الحروف کو بھی کچھ اندازہ ہے، تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ دینی مدرسے میں پڑھانے والا ایک استاد بیک وقت لکھنے، چھپوانے اور مکتبہ چلانے کے لئے کیسے وقت نکال لیتا ہے؟ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت کے قائم کردہ اشاعتی ادارے کو فنڈ مہیا کر کے ایک ٹرسٹ بنا دیا جائے تاکہ یہ ادارہ رضویات کے فروغ میں زیادہ فعال کردار ادا کر سکے اور آپ کی نگرانی میں خوب سے خوب تر لٹریچر منظر عام پر لا سکے۔

حوصلہ افزائی اور رابطے کی کس قدر اہمیت ہے؟ اس کا بھی آپ کو خوب اندازہ ہے، ہندوپاک، بنگلہ دیش اور جامعہ ازہر شریف، مصر میں امام اہل سنت اور دیگر علمائے اہل سنت پر ریسرچ کرنے والے کسی بھی شخص نے آپ سے رہنمائی طلب کی تو آپ نے نہ صرف اس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ مراجع ومصادر کی نشاندہی بھی کی، بلکہ بقدر استطاعت مراجع مہیا بھی فرمائے۔ اس کے علاوہ برصغیر ہندوپاک میں امام احمد رضا فاضل بریلوی پر کام کرنے والے اداروں کے ساتھ بڑا فعال رابطہ بھی رکھا، جس کی بدولت بڑے بڑے علمی کام ہوئے، راقم کو پتہ چلا ہے کہ مصر میں رضویات کی بنیاد بھی آپ ہی کے ہاتھوں سے پڑی۔ وہ اس طرح کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مبارز ملک مرحوم ۱۹۸۹ء میں اردو زبان پڑھانے کے لئے الازہر یونیورسٹی کی فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ ٹرانسلیشن میں قائم شعبہ اردو میں بھیجے گئے تو حضرت علامہ شرف قادری نے ان کے ذریعے امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کی حیات وخدمات کے متعلق کچھ کتب شعبہ اردو کے اساتذہ کے لئے ارسال کیں ان کے ذریعے جناب ڈاکٹر حازم محمد محفوظ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی ہمہ جہت شخصیت سے متعارف ہوئے اور انھوں نے اعلیٰ حضرت

فاضل بریلوی پر عربی زبان میں کئی کتابیں لکھیں' مضامین لکھے اور دیگر ادبا، اور ڈاکٹروں سے بھی لکھوائے۔

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے جہاں اور بہت سے لوگوں کو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی حیات وخدمات پر لکھنے کے لئے متوجہ کیا، وہیں آپ نے اپنے بیٹے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کو بھی خصوصی طور پر ہدایت سے نوازا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے ایک علمی مقالہ "امام احمد رضا اور ردعیسائیت" کے عنوان سے لکھا یہ مقالہ تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے درجہ عالیہ کے امتحان کے لئے لکھا، اور پھر جب الازہر یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو عربی زبان وادب میں ایم فل کی ڈگری کے لئے "الشیخ احمد رضا البریلوی الھندی شاعرا عربیا" کے عنوان سے موضوع منظور کروایا اور سوا سات سو صفحات پر مشتمل ایک ضخیم علمی مقالہ لکھ کر ایم فل کی ڈگری بھی حاصل کی انتہائی خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی (مدیر ماہنامہ الازہر) پروفیسر ڈاکٹر حسین مجیب مصری' پروفیسر ڈاکٹر القطب یوسف زید اور پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس کی تقریظوں کے ساتھ شائع بھی ہو چکا ہے۔

رضویات کے فروغ کے لئے حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے جہاں اور کئی ذرائع استعمال کئے، وہیں ایک بڑا انوکھا اور منفرد طریقہ بھی استعمال فرمایا ہے' اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ علم حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے اہل عرب آج بھی روایت حدیث کی اجازت بڑے شوق سے لیتے اور دیتے ہیں اور برصغیر کے علماء سے حدیث کی اجازت لینے میں بڑی دلچسپی رکھتے ہیں' قارئین کرام کے علم میں ہوگا کہ جس وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ حج کے لئے حرمین شریفین حاضر ہوئے تو وہاں موجود جلیل القدر علماء نے امام اہل سنت سے روایت حدیث کی اجازت حاصل کی اور بعض حضرات تو بیعت وخلافت سے بھی شرف یاب ہوئے' اس کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے خود بھی حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان' حضرت علامہ عبدالرحمان سراج اور حضرت علامہ حسین بن صالح سے روایت حدیث اور فقہ کی

اجازت حاصل کی' جبکہ ہندوستان میں اپنے پیرومرشد حضرت علامہ شاہ آل رسول مارہروی اور والد گرامی حضرت علامہ محمد نقی علی خان قادری رحمۃ اللہ علیہما سے بھی روایت حدیث کی اجازت حاصل تھی' امام احمد رضا محدث بریلوی نے اپنی اجازات دو کتابوں کی صورت میں محفوظ فرمائی ہیں "الاجازة الرضوية لمبجل مكة البهية" اور "الاجازات المتينة لعلماء بكة والمدينة"۔

بات طویل ہوگئی کہنا یہ تھا کہ حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے حدیث کی اجازت کے ذریعے سے بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ اور علماء اہل سنت کو عرب علماء میں متعارف کروایا ہے' کئی عرب علماء سے حدیث کی اجازت لی اور بہت سے حضرات کو اجازت دی ہے الحمدللہ راقم الحروف کو بھی حضرت سے حدیث کی اجازت حاصل ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت علامہ شرف قادری کی سند ہندوپاک کے علماء کے علاوہ عرب کے ذریعے بھی امام احمد رضا قدس سرہ تک پہنچتی ہے، چند طرق کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ تفصیل کی اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے:

﴿۱﴾ حضرت علامہ شرف قادری کو حدیث کی اجازت دی حضرت علامہ مولانا فضل الرحمن مدنی نے' ان کو اجازت دی ان کے والد حضرت علامہ مولینا محمد ضیاء الدین مدنی نے جنہیں امام احمد رضا سے حدیث کی اجازت اور سلسلہ قادریہ میں خلافت حاصل تھی۔

﴿۲﴾ حضرت علامہ شرف قادری کو حدیث کی اجازت دی حضرت علامہ ڈاکٹر علوی مالکی نے' انہیں کثیر مشائخ سے روایت حدیث کی اجازت ملی' ان میں سے ایک حضرت علامہ محمد ضیاء الدین مدنی ہیں جنہیں امام اہل سنت سے براہ راست اجازت وخلافت حاصل تھی۔

﴿۳﴾ حضرت علامہ شرف قادری کو پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین کردی مصری' پروفیسر ڈاکٹر سعد جاویش مصری اور ابوبکر الباقوی نے روایت حدیث کی اجازت دی' ان تینوں کو اجازت دی حضرت علامہ محمد یاسین الفادانی المکی نے' انہیں الشیخ عمر حمدان مکی اور قاضی محمد المرزوقی مکی سے

اجازت ملی اور ان دونوں کو امام احمد رضا قدس سرہ سے اجازت حاصل تھی۔

﴿۴﴾ حضرت علامہ شرف قادری کو اجازت ملی الشیخ محمد علی مراد سے ﴿جو اصلاً شامی اور اقامت کے اعتبار سے مدنی تھے﴾ انہیں دوسرے مشائخ محدثین کے علاوہ اجازت دی حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی نے اور انہیں امام احمد رضا بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

اس کے علاوہ حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی کی سند ہندو پاک کے کئی علماء کے واسطوں سے بھی امام اہل سنت تک پہنچتی ہے' کسی سند میں واسطے کم ہیں اور کسی میں زیادہ لیکن ایک سند ایسی ہے جو صرف ایک واسطہ سے امام احمد رضا محدث بریلوی تک پہنچتی ہے۔ یہ اجازت حضرت علامہ شرف قادری کو اپنے پیر ومرشد حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملی اور انہیں براہ راست امام احمد رضا محدث بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی

اس طرح حضرت علامہ شرف قادری مدظلہ العالی نے عرب وعجم کے علماء کو حدیث کی اجازت کے ذریعہ بھی امام احمد رضا محدث بریلوی کے علاوہ اہل سنت کی سرکردہ شخصیات سے متعارف کروایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کو صحت وعافیت کے ساتھ سلامت رکھے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

ہم نے مقالہ کے آغاز میں اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ شرف قادری کو رضویات کے فروغ کے لئے ان کی مخلصانہ اور بے لوث خدمات کا دنیا میں ایک صلہ یہ دیا کہ حضرت کی حیات وخدمات پر ان کی زندگی میں ہی دو کتابیں منظر عام پر آگئیں اور اپنے مقالہ کے اختتام میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رضویات کے فروغ اور علماء اہل سنت کی یاد میں شمعیں اور چراغ روشن کرنے کا ایک صلہ یہ بھی دیا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی اور یوں برصغیر ہندو پاک کے علاوہ بنگلہ دیش اور دیگر بعض ممالک تک آپ کے مخلص احباب کا حلقہ پھیلتا چلا گیا۔ اس حلقہ احباب میں عوام الناس

کے علاوہ بڑے بڑے علماء ومشائخ کے نام شامل ہیں۔ اس بات کا اندازہ آپ کی مرتب اجازت حدیث سے بخوبی ہوتا ہے کیونکہ کئی علماء نے آپ کو حدیث کی اجازت دی تو کئی مشائخ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے پیر خانے اور ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی سب سے بڑی خانقاہ کے سجادہ نشین امین الامت حضرت سید محمد امین میاں برکاتی مدظلہ العالی کا اسم گرامی ان تمام حضرات میں نمایاں ہے جبکہ درج ذیل حضرات نے آپ کو سلسلہ قادریہ رضویہ برکاتیہ میں اجازت وخلافت عطا فرمائی:

﴿۱﴾ حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان ﴿بریلی شریف﴾

﴿۲﴾ حضرت علامہ مولانا محمد فضل الرحمن مدنی رحمۃ اللہ علیہ ﴿مدینہ طیبہ﴾

﴿۳﴾ حضرت علامہ مولانا اختر رضا خان ازہری ﴿بریلی شریف﴾

﴿۴﴾ حضرت علامہ مولانا سید احمد علی رضوی اجمیری ﴿اجمیر شریف﴾

﴿۵﴾ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ ﴿گھوسی اعظم گڑھ﴾

﴿۶﴾ حضرت صاحبزادہ فضل رسول رضوی ابن حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رضوی

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے آپ کو رضویات کے فروغ میں مخلصانہ خدمات پر ۱۹۹۱ء میں گولڈ میڈل پیش کیا۔

عوام اہل سنت اور علماء ومشائخ کے دلوں میں یہ قبولیت یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے اور اس کے ہاں بھی قبولیت کی علامت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کے بیٹوں اور ہم شاگردوں کو بھی اخلاص وللہیت عطا فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆

فروغ رضویت میں شرف صاحب کا کردار

محمد عبدالستار طاہر

علامہ صاحب کی زندگی پر اگر ہم ایک طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ ان کے علمی سفر کا آغاز رضویت کے حوالے سے ہوا۔ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ان کی دلی، فکری ونظریاتی وابستگی اس بات کا مظہر ہے کہ انہوں نے راہ طریقت کے لئے بھی ایک ایسی ہستی کا انتخاب کیا جو امام احمد رضا کی منظور نظر تھی، جیسا کہ شرف صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت مفتی اعظم پاکستان کو امام احمد رضا بریلوی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ سید صاحب سے بیعت ہونے کی بڑی وجہ یہ تھی''۔

انہوں نے سب سے پہلے ۱۹۶۸ء میں امام احمد رضا بریلوی کے محب خاص مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ تعالی کا شرح سلم ''حمد اللہ'' پر نایاب حاشیہ مکتبہ رضویہ، لاہور سے شائع کیا۔ شرف صاحب نے مکتبہ رضویہ، لاہور امام احمد رضا ہی کے نام پر اسی غرض سے قائم کیا تھا کہ اس پلیٹ فارم سے امام احمد رضا کی کتب ورسائل اور ان کے بارے میں نگارشات کی اشاعت کی جائے۔ چنانچہ مکتبہ رضویہ، لاہور نے امام احمد رضا کی متعدد کتب شائع کیں۔

جن دنوں آپ جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور میں خدمات تدریس وافتاء انجام دے رہے تھے، تب وہاں کے بکھرے ہوئے علماء کو ایک پلیٹ فارم پر یکجا کیا، اور جمعیت علمائے سرحد، پاکستان قائم کی۔ وہاں سے انہوں نے امام احمد رضا کے رسائل ترجمہ کرکے شائع کیے جن میں سرفہرست ''النجمۃ الفائحۃ'' اور اتیان الارواح'' ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی رسائل ''بذل الجوائز'' ——— ''شرح الحقوق'' اور ''یاد اعلی حضرت'' شائع کیے ———

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''مولانا نے اپنے طرز تبلیغ سے لوگوں کے دلوں میں مسلک رضوی سے محبت پیدا

کی۔ اعلی حضرت کی علمی اور تحقیقی خدمات سے انہیں متعارف کرایا اور پہلی مرتبہ ہری پور میں مولانا کی قیادت میں ''یوم رضا'' منایا گیا۔

چار سال بعد دسمبر ۱۹۷۱ء میں مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم، چکوال چلے گئے۔۔ وہاں کا ماحول بہت حوصلہ شکن اور مایوس کن تھا ——— لیکن مولانا حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھے۔ ان کی ژرف نگاری نے وہاں بھی جذبہ اور لگن رکھنے والے نوجوان اور فعال کارکنوں کو ڈھونڈ نکالا۔ وہاں بھی جماعت اہل سنت کی تنظیم قائم کردی۔ اور اشاعت دین کا کام شروع کردیا۔

مولانا نے اگرچہ چکوال میں تھوڑا عرصہ قیام کیا۔ لیکن اس عرصہ میں انہوں نے وہاں کے لوگوں میں سنیت اور رضویت کی روح پھونک دی مولانا نے وہاں بھی دھوم دھام اور جوش وخروش سے ''یوم رضا'' منایا۔ جماعت کی طرف سے دو رسالے ''رادالقحط والوباء+ اعزاز الاکتناہ'' (از امام احمد رضا) شائع کئے''۔(۱)

تبلیغ واشاعت کو وسعت دینے کے ارادے سے مولانا لاہور آئے اور جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں دسمبر ۱۹۷۳ء میں ''مکتبہ قادریہ'' قائم کیا۔ اور مسلک اہل سنت کی ترجمان کتب شائع کیں۔

مرکزی مجلس رضا، لاہور سے قاری کی حیثیت سے منسلک ہوئے۔ دسمبر ۱۹۸۶ء تک ان کا مجلس رضا سے ہر طرح سے قلمی تعاون رہا ——— مرکزی مجلس رضا، لاہور نے ان کی متعدد تحقیقی کتب شائع کیں۔ ۱۹۸۲ء کے اواخر میں ——— ''البریلویہ'' کے رد میں محررواں کی دو تحقیقی کتابیں شائع ہوئیں۔

☆اندھیرے سے اجالے تک

☆شیشے کے گھر

(۱) غلام رسول سعیدی، علامہ: تعارف صاحب تذکرہ اکابر اہل سنت

ان دونوں کتابوں کو علمی حلقوں میں بڑی زبردست پذیرائی حاصل ہوئی۔ اور ان کی ان مخلصانہ مساعی کو اندرون ملک و بیرون ملک خوب سراہا گیا۔

فروغ رضویات کے ہی سلسلے میں انہوں نے ۱۹۸۷ء میں رضا اکیڈمی، لاہور کی سرپرستی قبول فرمائی۔ ان کی سرپرستی میں رضا اکیڈمی دو سو سے زائد کتب شائع کر چکی ہے۔ بعد ازاں رضا دار الاشاعت، لاہور کے نام سے بھی ایک ادارہ وجود میں آیا۔ ان اداروں سے بھی علمی و قلمی سلسلہ تعاون جاری و ساری ہے۔

علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے رسائل کو بڑی نفاست سے چھپوایا'' (۱)

علامہ شرف صاحب نے امام احمد رضا پر متعدد مقالات لکھے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ان مقالات کو مجموعی صورت میں منظر عام پر لانا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت بریلوی (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور) مارچ ۱۹۷۳ء،

۲۔ دو قومی نظریہ اور اعلیٰ حضرت (ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد) مارچ ۱۹۷۵ء،

۳۔ جان و دل، ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے (ماہنامہ فیض رضا، فیصل آباد) فروری ۱۹۷۶ء،

۴۔ حیات اعلیٰ حضرت، چند تابناک گوشے (ماہنامہ منہاج القرآن، لاہور) فروری ۱۹۷۶ء،

۵۔ امام احمد رضا خاں بریلوی، عشق و محبت رسول (ماہنامہ رضوان، لاہور) فروری ۱۹۷۹ء،

۶۔ رجل عظیم (ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور) جنوری ۱۹۸۰ء،

۷۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور) دسمبر ۱۹۸۰ء،

۸۔ فتاویٰ رضویہ کی انفرادی خصوصیات (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی) جولائی ۱۹۸۳ء،

۹۔ کیا احمد رضا انگریزوں کے ایجنٹ تھے؟ (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، کراچی) جولائی ۱۹۸۳ء،

---

(۱) اقبال احمد فاروقی علامہ: حاشیہ تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۲۱۰

۱۰۔ امام احمد رضا اور رد [illegible]ائیت — ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جولائی اگست ۱۹۸۴ء،

۱۱۔ فریب نظر ''البریلویہ'' کا تنقیدی جائزہ — ماہنامہ نور الحبیب، بصیر پور، فروری ۱۹۸۵ء،

۱۲۔ امام احمد رضا بریلوی بحیثیت اسلامی مفکر — ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اکتوبر ۱۹۸۵ء،

۱۳۔ حب پیغمبر کی دنیائے جمیل — روزنامہ جدت، پشاور ۸ نومبر ۱۹۸۵ء،

۱۴۔ شدھی تحریک میں اعلیٰ حضرت کے خلفاء کا کردار — ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، دسمبر ۱۹۸۵ء،

۱۵۔ نغمات رضا — ماہنامہ فیض الرسول، براؤں شریف، ستمبر ۱۹۸۹ء،

۱۶۔ امام احمد رضا اور انگریز — ماہنامہ حجاز جدید، دہلی (امام اہلسنت نمبر) ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۹ء،

۱۷۔ امام احمد رضا اور فتنہ قادیان — ماہنامہ حجاز جدید، دہلی (امام اہلسنت نمبر) ستمبر اکتوبر ۱۹۸۹ء،

۱۸۔ اصول ترجمہ قرآن کریم — ماہنامہ دلیل راہ، لاہور اگست، ستمبر ۱۹۹۱ء،

۱۹۔ یاد اعلیٰ حضرت — جامعہ اسلامیہ رحمانیہ، ہری پور ۱۹۷۰ء،

۲۰۔ امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں — مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۸۵ء،

۲۱۔ اندھیرے سے اجالے تک — مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۸۵ء،

۲۲۔ شیشے کے گھر — مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۸۶ء،

۲۳۔ تقدیس الوہیت اور امام احمد رضا — ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ۱۹۹۳ء،

اسی طرح سے رضویات کے حوالے سے محررہ تقدیمات بھی اسی مجموعہ میں شامل کردی جائیں یا علیحدہ مجموعہ مرتب کیا جانا چاہئے۔ چند تقدیمات یہاں درج کی جاتی ہیں

۱۔ المجۃ الفائحہ + اتیان الارواح — امام احمد رضا خاں بریلوی، ہری پور ۱۹۶۹ء

۲۔ شرح الحقوق — امام احمد رضا خاں بریلوی — ہری پور ۱۹۷۰ء

۳۔ رادالقحط والوباء + اعز الاکتناہ — امام احمد رضا خاں بریلوی، چکوال ۱۹۷۲ء

۴۔ علم جفر کے مختلف رسائل — امام احمد رضا خاں بریلوی — لاہور ۱۹۷۴ء

۵۔ دو اہم فتوے — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری — لاہور ۱۹۷۷ء

۶۔ اعالی العطایا — امام احمد رضا خاں بریلوی — لاہور ۱۹۸۳ء

۷۔ قادیانی مرتد پر خدائی تلوار — امام احمد رضا خاں بریلوی، لاہور ۱۹۸۴ء

۸۔ فیصلہ مقدسہ — مولانا عزیز الرحمن — لاہور ۱۹۸۴ء

۹۔ سلام رضا — امام احمد رضا خاں بریلوی — لاہور ۱۹۸۴ء

۱۰۔ اندھیرے سے اجالے تک — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور ۱۹۸۵ء

۱۱۔ امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، لاہور ۱۹۸۵ء

۱۲۔ شیشے کے گھر — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری — لاہور ۱۹۸۶ء

۱۳۔ فتاوی رضویہ جلد اول — امام احمد رضا خاں بریلوی، لاہور ۱۹۹۰ء

۱۴۔ القول الجلی کی بازیافت — حکیم محمود احمد برکاتی، لاہور ۱۹۹۱ء

۱۵۔ شرح سلام رضا — مفتی محمد خان قادری، لاہور ۱۹۹۳ء

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان اوراد سے بہت کچھ پایا۔

ورد اللہ

ہفتہ	کے دن لا الٰہ الا اللہ سو بار پڑھنے سے غم دور ہو جاتے ہیں
اتوار	کے دن یا حی یا قیوم ہزار بار پڑھنے سے روزی غیب سے پہنچے
پیر	کے دن بھی یا حی یا قیوم ہزار بار پڑھنے سے روزی بڑھے
منگل	کے دن صلی اللہ علی النبی وآلہ وسلم ہزار بار پڑھنے سے ہر بلا ٹل جائے
بدھ	کے دن استغفر اللہ ہزار بار پڑھنے سے قبر کے عذاب سے محفوظ رہے
جمعرات	کے دن لا الٰہ الا اللہ الملک الحق المبین ہزار بار پڑھنے سے مالا مال ہو جائے
جمعہ	کے دن اللہ ھو سو مرتبہ پڑھنے سے تنگی دور ہو جاتی ہے